کیا ہم قرآن کو نعمت سمجھتے ہیں؟

ازافادات : حضرت الحاج شکیل احمد صاحب چشتی دامت برکاتہم

مجازِ بیعت : عارف باللہ حضرت اقدس شاہ مفتی محمد حنیف صاحب چشتی دامت برکاتہم

جمع وترتیب : احبابِ حرا پبلی کیشن

ایک فکر انگیز خطاب

کیا ہم قرآن کو نعمت سمجھتے ہیں؟

از افادات

حضرت الحاج شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم

مجازِ بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم

جمع وترتیب

احباب حرا پبلیکیشن

عناوین

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لحضرة الجلالة و النعت لخاتم الرسالة و الصلوٰة و السلام علٰی من کان نبیاً و أدم علیہ السلام بین الماء و الطین فسبحان من خلق الانسان من ماءٍ مھینٍ، و أنطق لہ اللسان و أعطاہ البیان و ان من البیان لسحراً ، و ذٰلک فضل اللہ یعطیہ لمن یشآء ماشآء ویخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی و لٰکن اکثر الناس لایعلمون، و للہ الخلق و الامر کلہ فاذا ارادشیئاً فیقول لہ کن فیکون۔ بعد!

تاریخ میں قدرت کے ایسے شواہد موجود ہیں کہ قادر وقہار جل جلالہٗ نے بے روح اور بے جان چیزوں کے واسطے اور ذریعے قدرت کے ایسے شاہکار اور نمونے ایجاد فرمائے ہیں کہ عرفاءِ ذی روح دنگ رہ گئے، مثلاً خشک اور بوسیدہ لکڑی ہونے کے باوجود استن ِحنانہ کا فراقِ حبیبِ رب العالمین پر آہ وبکا اور وہ بھی ایسا کہ بڑے بڑے عرفا اصحاب سے نہ بن پڑے، اور بہت ہی معمولی اور ضعیف تر پرند کے واسطے ابرہہ جیسے دم خم اور سینہ تاننے والے ہاتھیوں اور ہاتھی سواروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس لیے آج بھی ہم اور آپ اگر کسی کو کچھ نہ سمجھتے ہوں مگر خدا تعالیٰ قادر وقہار اس سے ایسا کام لے لیں جو ہم جیسے انار کھنے والوں سے نہ بن آئے تو کیا عجب ہے۔ پیش نظر رسالہ جو آپ کے روبرو کم از کم اس حقیر کے روبرو اسی طرح کے عجائبات میں سے ہے اور یہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے کہ ؎

نگارِ من کہ نہ مکتب رسید و درس نہ کرد　　　سبق بغمزہ بیاموخت صد مدرس شد

اس سے میری مراد میرے محبوب ومحب دوست وصدیقِ حمیم بھائی شکیل احمد زادمجدہٗ ہیں، ان کی جس کاوشِ معہود پر یہ خامہ فرسائی یہ سودائی کر رہا ہے آپ کے سامنے ہے پڑھئے اور خود فیصلہ فرمائیے کہ اس ناکارہ کی گذارشات محض مجنون کی بڑ ہیں یا کچھ حق اور حقیقت بھی۔ آگے بس ایک جملے پر اپنی ہرزہ سرائی ختم کرتا ہوں کہ ؎

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

بس پڑھ کر ہی فیصلہ کیجیے ''وما اردت الا اظہار ما ہو الحق عندی''

واخیراً دوبارہ کہتا ہوں کہ ؎ لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

بس خود پڑھ کر فیصلہ کیجیے۔

والسلام

ناکارہ وآوارہ، قسمتوں کا مارا

محمد حنیف غفرلہٗ جونپوری

۲۵ / ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

مطابق ۲۳ / مارچ ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد:

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم،

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً۔ (سورۂ مزمل)

ترجمہ: اور قرآن کھول کھول کر صاف پڑھو (تجوید کے ساتھ)۔

عن الحارث الاعور رضی اللّٰہ عنہ قال مررت فی المسجد فاذاالناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علّی رضی اللّٰہ عنہ فاخبرتہٗ فقال اوقد فعلوھا قلت نعم اما انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یقول الا انھا ستکون فتنہ قلت ماالمخرج منہایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم؟ قال کتاب اللّٰہ۔ فیہ نباء ماقبلکم وخبرمابعدکم وحکم مابینکم ھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللّٰہ ومن ابتغیٰ الھدیٰ فی غیرہٖ اضلّہ اللّٰہ ھو حبل اللّٰہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم ھو الذی لایزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ ولا یشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الردّ ولا یقفضی عجائبہٗ ھو الذی لم تنتہ الجن اذا سمعتہ حتّی قالو اانا سمعنا قرانا یھدی الی الرشد فامنّابہ من قال بہ صدق ومن عمل بہ اجر ومن حکم بہ عدل ومن دعا الیہ ھدی الٰی صراط مستقیم۔ (مشکوٰۃ)

حضرت حارث اعور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرا گذر مسجد میں ہوا، دیکھا کہ لوگ ادھراُدھر کی بےکار باتوں میں مشغول ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی اطلاع کی۔ فرمایا کہ کیا واقعی لوگ ایسا کررہے ہیں؟ میں نے کہاہاں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! عن قریب فتنۂ عظیم ہونے والا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! اس وقت فتنے سے نجات کا کیا ذریعہ ہوگا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ (اس لیے کہ) اس کے اندر پہلے لوگوں کے احوال کا ذکر ہے اور آئندہ ہونے والے امور کی خبریں ہیں، وہ تمھارے آپس کے اختلاف کا حل وفیصلہ ہے، وہ حق

وباطل کے درمیان فاصل ہے، وہ کوئی ہزل (مذاق) نہیں ہے (بل کہ وہ سب حق ہے)۔ جوجابر اسکوچھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردے گا اور جوشخص ہدایت کو قرآن کے غیر میں تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو گم راہ کردے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مستحکم رسّی ہے اور ذکرِ حکیم ہے، وہی صراط مستقیم ہے۔ اور ایسی چیز ہے کہ اہوا اس کی موافقت کی وجہ سے حق سے علیٰحدہ نہیں ہوتیں اور (اس کی قرأت میں) زبانوں کو دشواری نہیں ہوتی اور علما کو اس سے سیری نہیں ہوتی۔ اور یہ قرآن کثرتِ تکرار سے پرانا نہیں ہوتا (کہ پڑھنے یا سننے سے جی اکتانے لگے) اور اس کے عجائبات بھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ یہی وہ کلام ہے جس کو سن کر جن بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے، سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے۔ اور جس نے قرآن کے واسطے سے کوئی بات کہی تو سچی بات کہی اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماٗجور ہوا اور جس نے اس کے ذریعے کوئی فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا اور جس نے اس کی جانب مخلوق کو دعوت دی وہ لوگ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کئے گئے۔ (مشکوٰۃ)

عمل کی نیت کرلیں

یہ قرآن مجید کی ایک آیت اور جناب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ارشادِ گرامی تھا جو میں نے مع ترجمہ کتاب سے آپ حضرات کو سنایا ہے۔ اس سے قبل کہ میں اپنی بات شروع کروں، خود بھی یہ نیت کرتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا ان شاء اللہ اس پر عمل کروں گا اور آپ حضرات سے بھی کہتا ہوں کہ عمل کی نیت کرلیں کہ جو کچھ سنیں گے ان شاء اللہ اس پر عمل کی پوری کوشش کریں گے۔

اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتیں

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ رب العزت نے ہم لوگوں کو اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اگر ہم انھیں شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے۔ خود اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں اپنے بندوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے : **وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا** کہ اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

ان نعمتوں میں کچھ نعمتیں تو ایسی ہیں جنھیں ہم خود بھی نعمت سمجھتے ہیں، یعنی ہمارے عرف اور معاشرے میں انھیں نعمت سمجھا جاتا ہے۔ ہم ان نعمتوں کی کتنی قدردانی کرتے ہیں، ان کا کتنا صحیح استعمال کرتے ہیں، ان کے ملنے پر اللہ رب العزت کا کتنا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کی بقا اور ترقی کے لیے کتنی دعائیں کرتے ہیں، ان سب باتوں سے قطع نظر ہم ان نعمتوں کو فی نفسہٖ نعمت ضرور سمجھتے ہیں۔

لیکن اللہ رب العزت کی عطا کردہ بہت سی نعمتیں ایسی ہیں جنھیں ہم سرے سے نعمت ہی نہیں سمجھتے، ان نعمتوں کے متعلق کبھی ہمیں یہ خیال ہی نہیں ہوتا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ جب ہم انھیں نعمت نہیں سمجھتے اور نہ کبھی ان کے نعمت ہونے کا خیال ہمارے دلوں میں آتا ہے تو پھر بھلا ہم ان نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر کیوں کر ادا کریں گے؟ اور اگر کبھی خیال بھی آتا ہے تو بس ایک سرسری سا خیال ہوتا ہے کہ ہاں ہاں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

نعمتوں سے متعلق ہمارا جذبہ

ہم جن چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں اگر ان پر ایک نگاہ ڈالیں تو ان نعمتوں سے متعلق ہم میں سے ہر شخص کی یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ میری یہ نعمتیں ختم نہ ہوں، کم نہ ہوں، جتنی ہیں اتنی ہی نہ رہیں؛ بل کہ بڑھ جائیں اور روز بہ روز ان میں روز اضافہ ہوتا رہے، یہ تقریباً ہم

سب کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے۔

دیکھیے! مال اللہ رب العزت کی ایک نعمت ہے، اسی طرح مکان بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دوکان بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، گاڑی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ ان تمام نعمتوں سے متعلق ہماری یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ ہماری یہ نعمتیں ختم نہ ہوں، کم نہ ہوں، جتنی ہے اتنی ہی نہ رہیں؛ بل کہ بڑھتی رہیں۔

الغرض ہمارا یہ جذبہ، ہماری یہ چاہت اور ہماری یہ آرزو ان تمام نعمتوں سے متعلق ہوتی ہے جنھیں ہم نعمت سمجھتے ہیں۔ یہ چاہت اور آرزو ہم سب کے اندر ہوتی ہے، اس چاہت اور جذبے کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اللہ رب العزت کی شفقت و مہربانی

دوستو! اللہ رب العزت اپنے بندوں پر اتنے شفیق اور مہربان اور ہیں کہ ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا کر کے ہمیں چھوڑ نہیں دیا؛ بلکہ اس جذبے کے پورا ہونے کا انتظام اور اس کی تدبیر بھی ہمیں بتلائی کہ تمھارا یہ جذبہ اور چاہت پوری کیسے ہوگی۔ یہ بھی درحقیقت اللہ رب العزت کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اول تو نعمتیں عطا فرمائیں، پھر ان نعمتوں کے ختم نہ ہونے، کم نہ ہونے؛ بل کہ بڑھتے رہنے کی تدبیر بھی خود ہی بتادی۔

بتائیے! یہ اللہ رب العزت کا اپنے بندوں پر کیا کم احسان ہے؟ بل کہ یہ تو خود ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ نعمتوں کے بڑھتے رہنے کا جو جذبہ انھوں نے ہمارے اندر پیدا کیا ہے، اس جذبے کی تکمیل کی تدبیر بھی خود بتا رہے ہیں کہ میرے بندو! اگر تم میری بتائی گئی تدبیر کو اختیار کرو گے تو میں تمھارے جذبے اور چاہت کو پورا کر دوں گا، اس

طور پر کہ تمھاری نعمتوں کو بڑھاتا رہوں گا، کبھی کم نہیں کروں گا۔

مثلاً امتحان کے زمانے میں کوئی باپ اپنے بیٹے سے یوں کہے کہ بیٹا! جو موٹر سائیکل تمھیں بہت پسند ہے اور جس کے خریدنے کی تم بار بار ضد کیا کرتے تھے، وہ موٹر سائیکل میں نے خرید کر گیرج میں کھڑی کردی ہے، چابی میرے پاس موجود ہے؛ لیکن میں وہ موٹر سائیکل تمھیں اس وقت دوں گا جب تم امتحان میں کام یاب ہوجاؤ گے۔ اور اگر تم امتحان میں فیل ہوگئے تو پھر وہ موٹر سائیکل تمھیں نہیں ملے گی۔ تو بتایئے اب اس موٹر سائیکل کا حاصل کرنا کس کے اختیار کی بات ہے؟ ظاہر ہے کہ بیٹے کے اختیار کی بات ہے۔ اس لیے کہ باپ تو دینا ہی چاہتا ہے، اسی لیے وہ خرید کر لایا ہے۔ بس کچھ دنوں کے لیے اس نے عارضی طور پر اس کی چابی کو اپنی تحویل میں لے رکھا ہے اور بیٹے کے سامنے یہ شرط رکھی ہے کہ جب تم امتحان میں کام یاب ہوجاؤ گے تو میں تمھیں اس کی چابی دے دوں گا۔ اب اس چابی کو لینا اور اس موٹر سائیکل کا حاصل کرنا بیٹے کے اختیار میں ہے کہ وہ امتحان میں کام یاب ہونے کے لیے محنت کرے اور کام یاب ہو کر باپ سے اس موٹر سائیکل کو حاصل کرلے۔

اسی طرح اللہ رب العزت بھی یہ چاہتے ہیں کہ میری عطا کردہ جو نعمتیں میرے بندوں کے پاس موجود ہیں، وہ ختم نہ ہوں؛ بل کہ باقی رہیں۔ اگر وہ یہ نہ چاہتے تو پھر انھیں نعمتیں کیوں عطا کرتے؟ نعمتوں کا عطا کرنا خود بتلاتا ہے کہ اللہ رب العزت کی چاہت اور مرضی تو یہی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو جو نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، وہ باقی رہیں، ختم نہ ہوں، ان میں کمی نہ ہونے پائے؛ بل کہ ان کے اندر مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔

نعمتوں کی بقا اور ترقی کی ایک آسان تدبیر

لیکن نعمتوں کی بقا اور ان میں ترقی اور زیادتی کے لیے ایک شرط لگائی ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ تمھیں میری بتائی گئی ایک تدبیر پر عمل کرنا ہوگا، اس تدبیر پر عمل کرنا کوئی مشکل کام نہیں؛ بل کہ انتہائی آسان کام ہے۔ جب تم اس تدبیر پر عمل کروگے تو میں تمھاری نعمتوں کو نہ صرف یہ کہ باقی رکھوں گا؛ بل کہ ان میں مسلسل اضافہ بھی کرتا رہوں گا۔

وہ آسان تدبیر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں چوں کہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، اس لیے قرآنِ مجید کی آیت پڑھتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے کہ کہیں غلط نہ پڑھ بیٹھوں۔ اس لیے صرف اس کا مفہوم اپنی زبان میں ادا کر دیتا ہوں کہ یہ زبان ہر ایک کو سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہاں بحمداللہ بہت سے حفاظ اور علما موجود ہیں جو مفہوم سن کر آپ کو اصل آیت بھی پڑھ کر سنادیں گے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا ہے جس کا مفہوم ہے کہ ''اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو میں تمھاری نعمتوں کو بڑھاؤں گا''۔

دیکھیے! نعمتوں کی بقا اور ان میں ترقی کے لیے اللہ رب العزت نے ہمیں کتنی آسان تدبیر بتلائی ہے۔ اب جو شخص بھی چاہے کہ اس کی موجودہ نعمتیں ختم نہ ہوں، کم نہ ہوں بلکہ باقی اور محفوظ رہیں اور ان میں مسلسل اضافہ اور ترقی بھی ہوتی رہے تو وہ اس آسان تدبیر پر عمل کرلے، یعنی موجودہ نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے۔ جب وہ موجودہ نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے گا تو اللہ رب العزت نہ صرف ان نعمتوں کو باقی بھی رکھیں گے؛ بل کہ ان میں ترقی اور اضافہ بھی فرمائیں گے۔

ادائیگیٔ شکر کی مروجہ صورتیں

جب نعمتوں کی بقا اور ان میں ترقی کی تدبیر یہی ہے کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے تو لازماً یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ آخر نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کیا جائے؟ اس کا صحیح طریقہ کیا ہو؟

ہمارے عرف میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم احسان کرنے والے کے احسان کے جواب میں شکریے کے چند بول کہہ دیتے ہیں۔ کبھی ''(thank you)'' کہتے ہیں'' کبھی ''شکریہ'' کہتے ہیں تو کبھی ''جزاک اللہ'' کہہ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح جب اللہ رب العزت کی جانب سے کوئی نعمت عطا ہوتی ہے تو ہم اس نعمت کے شکریے کے طور پر کبھی '' ماشاء اللہ'' کبھی '' الحمد للہ'' تو کبھی ''یا اللہ آپ کا بڑا احسان ہے، آپ کا بڑا کرم ہے'' وغیرہ وغیرہ، اس طرح کے جملے کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان جملوں کے کہہ دینے سے گویا اس نعمت کا شکر ادا ہو گیا ہے۔

یہ ہماری سوچ ہے، ہم لوگ نعمتوں کے حاصل ہونے پر اسی طرح شکر ادا کیا کرتے ہیں۔ لیکن کیا فی الحقیقت ہماری یہ سوچ اور ہمارا یہ طریقہ درست ہے؟ کیا کسی نعمت کے ملنے پر اسی طرح شکر ادا کیا جاتا ہے؟ کیا واقعی اس طرح کے جملے کہہ دینے سے اس نعمت کا شکر ادا ہو جاتا ہے؟ کیا اس طرح شکر ادا کر دینے کے بعد اللہ رب العزت ہماری ان نعمتوں کو باقی اور محفوظ رکھیں گے؟ اور کیا ان کی جانب سے ان نعمتوں میں اضافہ کیا جائے گا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ جب تک یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ شکر کسے کہتے ہیں اور اس کی ادائیگی کا صحیح طریقہ کیا ہے تو آخر اس وقت تک نعمت کا شکر کس طرح ادا کیا جائے گا؟ لہٰذا سب سے پہلے یہ معلوم ہونا

چاہیے کہ شکر کسے کہتے ہیں اور اس کی ادائیگی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

شکر کا صحیح مفہوم

سو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ کسی بھی نعمت کے حاصل ہونے کے بعد شکریے کے متعارف بول کہہ دینے سے اس نعمت کا شکر ادا نہیں ہو جاتا جب تک کہ صحیح معنوں میں اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا جائے۔ شکر کا صحیح اور حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جس نے نعمت دی ہے اس نعمت کو اسی کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔ اگر نعمت کو دینے والے کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نعمت کا شکر صحیح طریقے پر ادا کیا جا رہا ہے۔ اور اگر نعمت کو دینے والے کی مرضی کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نعمت کا شکر صحیح طریقے پر ادا نہیں کیا جا رہا ہے؛ بل کہ اس نعمت کی ناشکری کی جا رہی ہے، خواہ صبح سے شام تک شکریے کے بول بولے جائیں۔

ایک مثال

میں اس بات کو بھی اسی مثال کے ذریعے واضح کرتا چلوں جو میں نے ابھی کچھ دیر قبل پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ امتحان میں بیٹے کے کام یاب ہونے پر جب باپ نے وہ موٹر سائیکل اپنے بیٹے کے حوالے کر دی تو اس سے کہا کہ دیکھو بیٹا! موٹر سائیکل تو میں نے تمھیں دے دی ہے؛ لیکن یاد رکھنا! تمھیں یہ موٹر سائیکل صرف عصر اور مغرب کے درمیان ہی چلانا ہے، عصر سے قبل اور مغرب کے بعد تمھیں موٹر سائیکل چلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تم میری اس بات کا خیال رکھو گے تو میں یہ موٹر سائیکل تمھارے پاس رہنے دوں گا، ورنہ واپس لے لوں گا۔

اب اگر وہ بیٹا باپ کے کہنے کے مطابق عصر سے مغرب کے درمیان ہی موٹر سائیکل

چلاتا ہے اور مغرب کے وقت اسے لاکر گھر کھڑی کر دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ کی جانب سے دی جانے والی اس نعمت یعنی موٹر سائیکل کا شکر صحیح طریقے پر ادا کر رہا ہے۔ اور اگر وہ باپ کو بتائے بغیر گاڑی لے کر رات رات بھر گھر سے غائب رہے اور دوستوں کے ساتھ یہاں وہاں گھومتا پھرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر صحیح طریقے پر ادا نہیں کر رہا ہے۔ جب وہ اس نعمت کا شکر صحیح طریقے پر ادا نہیں کرے گا اور باپ کی مرضی کے خلاف اس کا استعمال کرے گا تو پھر کیا خیال ہے باپ پریشان ہوگا یا نہیں ہوگا؟ اور اسے اپنے بیٹے پر غصہ آئے گا یا نہیں آئے گا؟

ظاہر ہے کہ باپ پریشان بھی ہوگا اور اسے اپنے بیٹے پر غصہ بھی آئے گا اور نہ صرف یہ کہ غصہ آئے گا؛ بل کہ وہ بات نہ ماننے کے سبب اس سے موٹر سائیکل واپس بھی لے لے گا کہ بتانے کے باوجود اس نے میری ہدایت کی خلاف ورزی کی ہے۔ حال آں کہ وہ موٹر سائیکل خود باپ ہی نے اسے دلائی تھی، اس کے باوجود وہ ناراض ہو رہا ہے۔ کیوں؟ اسی لیے کہ بیٹے نے موٹر سائیکل کا استعمال اس کی مرضی کے مطابق نہیں کیا ہے۔ یہ کوئی ایسی مثال نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں نہ آئے؛ بل کہ ہماری روزمرّہ کی زندگی میں پیش آنے والی ایک عام سی مثال ہے جسے ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

الغرض باپ اس لیے ناراض ہوا اور اسے اپنے بیٹے پر اس لیے غصہ آیا کہ اس نے موٹر سائیکل کا استعمال اس کی منشا اور مرضی کے مطابق نہیں کیا تھا۔ باپ کی مرضی ہرگز یہ نہیں تھی کہ اس کا بیٹا موٹر سائیکل لے کر رات رات بھر گھر سے غائب رہے؛ بل کہ اس کی ہدایت تو یہ تھی کہ وہ صرف عصر سے مغرب کے درمیان ہی اسے چلائے، جب اس کی مرضی اور

ہدایت کی خلاف ورزی کی گئی تو اسے بیٹے پر غصہ بھی آیا اور اس نے اس سے موٹر سائیکل واپس بھی لے لی۔

نعمتیں کب چھینی جاتی ہیں؟

دوستو! اسی طرح جب اللہ رب العزت اپنے بندوں کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو ان کی منشا اور مرضی یہ ہوتی ہے کہ ان کے بندے ان کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ جب تک بندے اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے رہتے ہیں، اس وقت تک اللہ رب العزت نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں کو باقی رکھتے ہیں؛ بل کہ ان نعمتوں میں مسلسل اضافہ بھی فرماتے جاتے ہیں۔ لیکن جب بندے ان نعمتوں کو اللہ رب العزت کی منشا اور مرضی کے خلاف استعمال کرتے ہیں تو پھر اللہ رب العزت بھی اپنی عطا کردہ نعمتوں کو چھین لیتے ہیں۔

لہٰذا اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں ہمارے پاس باقی رہیں، ختم نہ ہوں، ان میں کمی نہ ہونے پائے؛ بل کہ ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم ان نعمتوں کو اللہ رب العزت کی منشا اور مرضی کے مطابق استعمال کرنا شروع کر دیں۔ جب تک اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں ان کی منشا اور مرضی کے مطابق استعمال ہوتی رہیں گی اللہ رب العزت خوش بھی ہوں گے اور ان نعمتوں میں اضافہ بھی فرمائیں گے۔ اور اگر ان کی عطا کردہ نعمتیں ان کی منشا اور مرضی کے خلاف استعمال کی جائیں گی تو پھر اللہ رب العزت نہ صرف یہ کہ ناراض ہوں گے؛ بل کہ رفتہ رفتہ ان نعمتوں میں کمی کرنا شروع کر دیں گے، پھر دھیرے دھیرے ان نعمتوں میں

زوال آنا شروع ہوگا اور بالآخر ایک دن وہ ساری نعمتیں ہم سے چھین لی جائیں گی ، اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں ساری نعمتوں کو اپنی (اللہ رب العزت کی) منشا اور مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

نعمتوں کا صحیح استعمال کیا ہے؟

اب نعمتوں کا صحیح اور غلط استعمال کیا ہے، اسے بھی میں ایک مثال کے ذریعے واضح کرتا چلوں۔

ایک شخص عمرہ کر کے لوٹا اور وہاں سے وہ اپنے دوست کے لیے سر پر رکھنے والا ایک رومال خرید کر لایا۔ ملاقات پر سلام ومصافحے کے بعد حسبِ معمول دونوں نے ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کی، اس کے بعد اس نے وہ رومال اسے ہدیہ دیا۔ اس کا دوست بڑا خوش ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ تم نے وہاں جا کر بھی مجھے یاد رکھا اور میرے لیے اتنا عمدہ اور قیمتی رومال لائے، مجھے بڑی خوشی ہوئی، تمھارا بہت بہت شکریہ، اس طرح کے کچھ اور جملے جو شکریے کے طور پر بولے جاتے ہیں، وہ سب اس نے کہے۔ اس کے بعد وہ دونوں بیٹھے باتیں کرنے لگے۔ اس دوران اس کا وہ دوست جسے ہدیہ دیا گیا تھا، اس کی نظر اپنے جوتوں پر پڑی، اس نے دیکھا کہ جوتوں پر کافی دھول جم گئی ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ میں گھر سے نکلتے وقت تو اپنے جوتوں پر پالش کر کے نکلا تھا، پھر آخر جوتوں پر اتنی دھول کیسے جم گئی؟ پھر اسے خیال ہوا کہ شاید راستے میں چلتے ہوئے اس پر دھول جم گئی ہوگی۔ اس دوران اس کی نگاہ اس رومال پر پڑی تو اس نے سوچا کہ رومال تو میرے پاس موجود ہے اور نیا ہے، کیوں نہ اسی رومال سے جوتے صاف کرلوں، یہ سوچ کر وہ اسی

رومال سے جوتے صاف کرنے لگا۔

ذرا غور سے سنیں! یہ بہت اہم بات ہے، میں یہ مثال ایسے ہی نہیں دے رہا ہوں؛ بلکہ اس کی روشنی میں آگے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اللہ پاک مجھے صحیح ڈھنگ سے کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وہ یہ کہ جب وہ رومال اس شخص کو ہدیہ دے دیا گیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو مسئلے کی رو سے وہ رومال دینے والے کی ملک سے نکل گیا اور جسے دیا گیا ہے اس کی ملک میں داخل ہو گیا۔ چوں کہ لینے والا اب اس رومال کا مالک ہو چکا ہے، لہٰذا اب وہ جیسے چاہے اسے استعمال کرے، دینے والے کو روکنے یا ٹوکنے کا کوئی اختیار ہے اور نہ ہی وہ اس سے وہ رومال واپس لے سکتا ہے۔ پس جب لینے والا اس رومال کا مالک ہو چکا ہے اور اپنے ہی رومال سے اپنے جوتے صاف کر رہا ہے تو آخر اس میں قباحت کیا ہے؟

لیکن آپ سچ بتائیں کہ جب وہ اس رومال سے جوتے صاف کرے گا تو کیا وہ شخص جس نے اسے ہدیہ دیا ہے، اسے اس (جوتے صاف کرنے والے) پر غصہ آئے گا یا نہیں آئے گا؟ اور کیا وہ اپنے دل میں یہ نہیں سوچے گا کہ یہ کیسا نالائق آدمی ہے جو اتنے عمدہ اور قیمتی رومال سے جوتے صاف کر رہا ہے۔ میں نے اسے یہ رومال سر پر رکھنے کے لیے دیا تھا؛ لیکن یہ کیسا بدسلیقہ آدمی ہے کہ سر پر رکھے جانے والے رومال سے جوتے صاف کر رہا ہے، میں تو اسے بڑا فہیم اور سمجھ دار آدمی سمجھتا تھا؛ لیکن یہ تو بڑا بے وقوف نکلا۔ اور دل ہی دل میں یہ طے کرلے گا کہ آج کے بعد میں کبھی اسے کوئی ہدیہ نہیں دوں گا۔

ذرا سوچیں دوستو! کہ ہدیہ دینے والے کو اس شخص پر غصہ کیوں آیا؟ اور آئندہ کے لیے اس نے اسے کوئی چیز ہدیہ نہ دینے کا ارادہ کیوں کر کیا؟ اسی لیے تو کہ ہدیہ دینے

والے نے وہ رومال سر پر رکھنے کے لیے ہدیہ دیا تھا، جوتے صاف کرنے کے لیے نہیں۔ اس کی ناراضی اور ناگواری کی وجہ یہی ہے کہ اس (ہدیہ لینے والے) نے رومال کا استعمال اس کی منشا اور مرضی کے مطابق نہیں کیا۔ حال آں کہ ہدیہ لینے والے نے زبانی طور پر شکریے کے متعدد کلمات کہہ کر اس کا شکریہ ادا کر دیا تھا؛ لیکن کیا ان کلمات کو کہہ دینے سے اس رومال کا شکریہ ادا ہو گیا؟ ہرگز نہیں؛ بل کہ اس طرح کی حرکت کرنا اس نعمت کا غلط استعمال ہوا جس کے نتیجے میں ہدیہ دینے والے کو اس پر غصہ بھی آیا اور اس نے آئندہ کبھی کوئی ہدیہ نہ دینے کا ارادہ بھی کر لیا۔

دوستو! اسی طرح اللہ رب العزت نے ہمیں بہت سی دنیوی اور اخروی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ جب ہم ان کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کی منشا اور مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں تو اللہ رب العزت نہ صرف خوش ہوتے ہیں؛ بل کہ ان نعمتوں میں اضافہ بھی فرماتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان نعمتوں کو ان کی منشا اور مرضی کے خلاف استعمال کرتے ہیں تو اللہ رب العزت بھی ہم پر اسی طرح غصہ ہوتے ہیں جس طرح اس رومال کے ہدیہ دینے والے کو غصہ آیا تھا اور ہم سے اسی طرح ناراض ہو جاتے ہیں جس طرح وہ ہدیہ دینے والا ناراض ہوا تھا اور آئندہ کے لیے اسی طرح اپنی نعمتوں کے روک لینے کا ارادہ کر لیتے ہیں جس طرح اس ہدیہ دینے والے نے آئندہ ہدیہ نہ دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ایک عظیم الشان نعمت

دوستو! اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں میں ایک بڑی نعمت قرآنِ مجید ہے۔ یہ قرآنِ مجید اتنی بڑی اور اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ ایمان والوں کے پاس اس جیسی

کوئی نعمت ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم اس عظیم نعمت کو نعمت ہی نہیں سمجھتے۔ ہماری نگاہ میں مکان نعمت ہے، دوکان نعمت ہے، دھندہ کاروبار نعمت ہے، گاڑی نعمت ہے، روپیہ پیسہ نعمت ہے، ہم ان تمام چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں اور رات و دن ان نعمتوں کے حصول میں اور ان کے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ہم ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور کبھی تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوچیں کہ جس طرح ہم مذکورہ نعمتوں کو نعمت سمجھتے ہیں اور مسلسل ان نعمتوں کے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، کیا اسی طرح ہم قرآنِ مجید کو بھی نعمت سمجھتے ہیں؟ کیا اس نعمت کے بڑھانے کی فکر بھی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح مذکورہ نعمتوں کے بڑھانے کی فکر کرتے ہیں؟

اگر ہم اپنا محاسبہ کریں تو یقینا ہم میں سے اکثروں کو اپنا یہ حال نظر آئے گا کہ قرآنِ مجید کے نعمت ہونے کا خیال ہمارے دلوں میں نہیں گذرتا اور نہ کبھی ہم دیگر نعمتوں کی طرح اس کو نعمت سمجھتے ہوئے اس کے بڑھانے کی فکر کرتے ہیں۔ جب اس کے نعمت ہونے کا خیال ہی نہیں ہے تو پھر بھلا ہم اس نعمت کا شکر کیا ادا کریں گے؟ اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جب کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کیا جاتا تو دھیرے دھیرے وہ نعمت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور بالآخر ایک دن وہ نعمت کلی طور پر چھین لی جاتی ہے۔

نعمتِ قرآن کا شکر کیا ہے؟

ممکن ہے اس گفتگو کو سن کر آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ آخر اس نعمتِ قرآن کا شکر کیا ہے اور اسے کس طرح ادا کرنا چاہیے؟ سو اس تعلق سے یہ عرض ہے کہ نعمتِ قرآن کا شکر یہ ہے کہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا جائے، تلاوت کے وقت ادب واحترام

کے ساتھ اسے چھوا جائے، عظمت ومحبت کے ساتھ اسے کھولا جائے، اپنے خالق ومالک کا کلام اور فرمان سمجھ کر خوب ذوق وشوق کے ساتھ اسے پڑھا جائے اور روزانہ پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے اور اس کے احکام پر سو فیصد عمل کی کوشش کی جائے۔

بتائیے! کیا کبھی ہم نے اس نعمت کا اس طرح شکر ادا کیا ہے؟ میاں، شکر ادا کرنا تو درکنار، کیا کبھی ہم نے اس نعمت کو نعمت سمجھا بھی ہے؟ جب ہم نے اس نعمت کو نعمت ہی نہیں سمجھا اور ہمارے دل پر اس کے نعمت ہونے کا خیال بھی نہیں گذرا الا ماشاء اللہ، تو پھر بھلا اس نعمت کا شکر کیوں کر ادا کیا جائے گا؟ اس لیے کہ کسی بھی نعمت کا شکر اسی وقت ادا کیا جاتا ہے جب اس نعمت کو نعمت سمجھا جاتا ہے۔ جب قرآنِ مجید کے نعمت ہونے کا خیال ہی ہمارے دل پر نہیں گذرتا تو بھلا ہم اس نعمت کا شکر کیوں کر ادا کریں گے؟ اور جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ جب نعمت کا شکر ادا نہیں کیا جاتا، یعنی نعمت کو دینے والے کی منشا اور مرضی کے مطابق استعمال نہیں کیا جاتا تو پھر دینے والا ناراض ہو جاتا ہے اور آئندہ کے لیے اس نعمت کو روک لینے کا ارادہ کر لیتا ہے۔

خطرے کی بات

دوستو! میں کسی کو نہیں کہتا اور مجھے کہنے کا حق بھی کیا ہے؛ لیکن ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے احوال سے واقف ہے، وہ خود اپنا جائزہ لے کہ ہم میں سے اکثروں کا حال یہ ہے کہ ہمیں تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ تلاوت کی توفیق کا نہ ملنا کیا اس بات کی علامت تو نہیں ہے کہ ہم سے یہ عظیم نعمت چھین لی گئی ہے؟

اس نعمت کے چھین لیے جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ نعمت ہمارے گھر سے

اٹھالی گئی ہے؛ بل کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کی تلاوت سے محروم کر دیا گیا ہے، کئی کئی دن گذر جاتے ہیں لیکن ہمیں اس کی تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب کہ یہ نعمت ہمارے گھروں میں موجود ہے، ہماری مسجدوں میں موجود ہے، ہماری نگاہ بھی اس پر پڑتی رہتی ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود کبھی ہمیں اس کی تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب تلاوت ہی کی توفیق نہیں ہوتی تو بھلا اس کے احکام پر عمل کی توفیق کہاں سے ہوگی؟

یاد رکھیں! یہ بہت خطرے کی بات ہے کہ جسے تلاوت کی توفیق نہیں ہو رہی ہے، اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا تعلق قرآنِ مجید سے توڑ دیا گیا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بہت خطرے کی بات ہے، بہت خطرے کی بات ہے، بہت ہی خطرے کی بات ہے۔ میں یہ جملہ پھر کہتا ہوں، اسے خوب اچھی طرح سنیں اور اپنے دل ودماغ میں بٹھالیں کہ جسے تلاوت کی توفیق نہیں ہو رہی ہے اس کا رشتہ قرآنِ مجید سے توڑ دیا گیا ہے، اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

دوستو! یہ کوئی رسمی بیان نہیں ہے؛ بل کہ یہ وہ درد ہے جسے میں الفاظ کے سہارے آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ ہم چوں کہ سوئے ہوئے ہیں، خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ہمیں جگانے کے لیے یہ ایک تنبیہ ہے، ایک الارم ہے، تاکہ ہم جاگ جائیں اور خوابِ غفلت سے بیدار ہوں کہ تلاوت کی توفیق نہ دے کر اللہ رب العزت نے ہم سے قرآنِ مجید چھین لیا ہے، اب اس سے بڑی ناراضگی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمیں قرآنِ مجید کی تلاوت کی توفیق ہی نہیں ہو رہی ہے۔

کیا قرآن فقط برکت کے لیے نازل کیا گیا ہے؟

اور اگر کبھی کسی کو توفیق ہوتی بھی ہے تو وہ یٰسین شریف کی تلاوت کرتا ہے، سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتا ہے۔ کیوں؟ برکت کے لیے، فاقے سے بچنے کے لیے۔ یٰسین شریف کی تلاوت روز ہوگی تا کہ ہمارے دن بھر کے کاموں میں برکت ہو، سورۂ واقعہ کی تلاوت روز ہوگی تا کہ ہم فاقے سے محفوظ رہیں، اس کے علاوہ بقیہ قرآنِ مجید کی تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی۔ کیا قرآنِ مجید کی تلاوت فقط برکت کے لیے رہ گئی ہے؟ کیا قرآنِ مجید کی تلاوت سے فقط فاقے سے بچنا ہی مقصود ہے؟ اگر قرآنِ مجید کے نزول سے یہی دو چیزیں مقصود تھیں تو پھر اللہ رب العزت یہی دو سورتیں نازل فرما دیتے، انھیں پورا قرآنِ مجید نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

امت کا ایک بہت بڑا نقصان

اور آج کل تو چند مخصوص سورتوں کے چھاپنے کا رواج بہت عام ہوگیا ہے۔ پاکستانی پنج سورہ، چودہ سورتیں، اٹھارہ سورتیں، چھبیس سورتیں اور پتہ نہیں کس کس نام سے کتابیں چھپ کر بازار میں آرہی ہیں اور خوب بک رہی ہیں۔ لوگ بھی خوب ذوق وشوق کے ساتھ انھیں حاصل کرتے اور پڑھتے ہیں۔

اسی طرح بعض حضرات وظائف کے بڑے پابند ہوتے ہیں، جہاں کہیں وظیفے کی کوئی کتاب ملی کہ فوراً اسے خرید لیا اور خوب پابندی کے ساتھ ان وظائف کا اہتمام کرنے لگے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت ہو کہ نہ ہو؛ لیکن وظائف کا اہتمام ضرور ہوگا، اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ تاجر حضرات نے بھی عوام کی اس دکھتی رگ کو خوب پکڑا ہے اور انھیں وظائف

کا گرویدہ دیکھ کر ڈھیر سارے وظائف مختلف پمفلٹس، اسٹیکرس اور کتابوں کی صورت میں شائع کر کے بازار میں پہنچا دیے ہیں۔ میں کسی پر تنقید تو نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کی نیت پر حملہ کرتا ہوں، وہ جانیں کہ انھوں نے ان پمفلٹوں، اسٹیکروں اور کتابوں کو کیوں شائع کیا ہے؟

لیکن ان وظائف کے شائع ہونے اور اس قدر عام ہوجانے سے ایک بہت بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ امت ان وظائف میں لگ کر اور چند مخصوص سورتوں کی تلاوت پر اکتفا کر کے بقیہ قرآن کی تلاوت سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔

وظائف کا اہتمام تو ہو لیکن......

میں کسی کو وظائف کے اہتمام سے منع نہیں کرتا، اگر کوئی وظائف کا اہتمام کرنا چاہے تو خوب ذوق وشوق سے اہتمام کرے اور پابندی کے ساتھ کرے۔ لیکن اس میں لگ کر وہ قرآنِ مجید کی تلاوت سے غافل نہ ہو؛ بل کہ جس طرح وہ روزانہ اپنے معمولات کا اہتمام کرتا ہے، اسی طرح اسے روزانہ قرآنِ مجید کی ایک متعینہ مقدار کی تلاوت کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تب تو اس شخص کو ان اوراد ووظائف کا اہتمام بہت مبارک ہو۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا؛ بل کہ اوراد ووظائف میں لگ کر قرآنِ مجید کی تلاوت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تب تو یہ عمل نفع کے بجائے بہت بڑے نقصان اور خسارے کا سبب ہے۔ اس لیے کہ اوراد ووظائف کے مقابلے قرآنِ مجید کی تلاوت ہر اعتبار سے مقدم، ضروری اور زیادہ نافع ہے۔ کیا آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وظائف کا اہتمام کرنا قرآنِ مجید کی تلاوت سے بڑھ کر ہے؟ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے مقابلے وظائف کا اہتمام کرنا زیادہ ضروری ہے؟ اگر نہیں کہہ سکتے اور یقینا

کوئی نہیں کہہ سکتا تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اوراد و وظائف کا تو خوب اہتمام کرتے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کرتے؟

اسی طرح میں ان حضرات سے بھی، جنھوں نے خود کو فقط بعض مخصوص سورتوں کی تلاوت تک محدود کر رکھا ہے، بڑے مؤدبانہ انداز میں یہ بات پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ کیا سارا قرآن فقط انھیں چند سورتوں میں منحصر ہے کہ آپ بقیہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے؟ یا آپ کے علم میں کوئی ایسی بات ہے کہ قرآنِ مجید کی ان چنندہ سورتوں کی تلاوت آدمی کو مابقیہ قرآن کی تلاوت سے مستغنی کر دیتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں بھی وہ بات ضرور بتائیں۔

نزولِ قرآن کا مقصد

دوستو! قرآنِ مجید صرف برکت کے لیے نازل نہیں کیا گیا ہے کہ برکت کی خاطر اس کی چند سورتوں کو تلاوت کے لیے مخصوص کر لیا جائے؛ بل کہ اس کے نزول کے دیگر بہت سے مقاصد ہیں، جن میں ایک بہت بڑا مقصد تو یہی ہے کہ قرآنِ مجید کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق انسانوں کی رہنمائی کی جائے کہ انھیں زندگی میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، عبادت کیسے کرنا ہے اور کیسے نہیں کرنا، کون سے اخلاق اپنانے ہیں اور کس طرح کے اخلاق سے بچنا ہے، اپنے تمام معاملات کو کس طرح انجام دینا ہے اور کن معاملات سے گریز کرنا ہے، کون سا طرزِ معاشرت اپنانا ہے اور کون سے طرزِ معاشرت سے خود کو بچانا ہے۔ قرآنِ مجید کے نزول سے زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق اصول و آداب کی وضاحت مقصود تھی، نہ کہ اس کے نزول کا مقصد فقط برکت کا حصول تھا۔ قرآنِ

مجید کے نزول کے مقاصد میں یہ ایک اہم مقصد تھا جو اب ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ افسوس کہ ہم نے اس مقصد کو سمجھا نہیں اور اس کی چنندہ سورتوں کو اپنی تلاوت کے لیے مخصوص کر لیا اور وہ بھی اپنی غرض اور اپنے فائدے کے لیے، اور سمجھ یہ رہے ہیں کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت پابندی کے ساتھ کر رہے ہیں۔

دوستو! یہ دھوکہ ہے دھوکہ جو ہمیں نفس اور شیطان کی طرف سے دیا گیا ہے کہ انھوں نے ہمیں دو چند مخصوص سورتوں کی تلاوت تک محدود کر رکھا ہے، آگے بڑھنے ہی نہیں دیتے، اور ہم بھی ایسے نادان ہیں کہ اسی قدر تلاوت پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں۔ مابقیہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے نزول کے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میاں! جب پڑھنے ہی کی توفیق نہیں ہے تو بھلا نزولِ قرآن کے مقاصد کو سمجھنے اور اس کے احکام کو سیکھنے اور جاننے کی فکر کیوں کر ہوگی؟

ایک تلخ حقیقت

مجھے کہنا تو نہیں چاہیے؛ لیکن ہم دردی اور خیر خواہی کے پیشِ نظر کہہ رہا ہوں کہ شاید کسی کو یہ بات لگ جائے اور وہ اپنے طرزِ عمل سے توبہ کرے۔ وہ یہ کہ کچھ ایسا ہی حال بعضے حفاظِ کرام کا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ سال بھر تلاوت کا معمول نہیں ہوتا؛ لیکن جہاں شعبان شروع ہوا کہ رات و دن تلاوت میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ رمضان میں تراویح جو سنانا ہے۔ اور جہاں رمضان رخصت ہوا کہ پھر آئندہ تراویح تک قرآن دیکھنے کی نوبت نہیں آتی۔ کیا اللہ رب العزت نے حافظِ قرآن اسی لیے بنایا تھا کہ بس تراویح کی تیاری کی غرض سے شعبان اور رمضان میں پڑھ لیا کرو،

پھر پورے سال کی چھٹی ۔

دوستو!اپنے اپنے حال پر رحم کھاؤ،کبھی تنہائی میں بیٹھ کر اپنا محاسبہ کرواور یہ سوچو کہ ہمیں تلاوت کی توفیق کیوں نہیں ہوتی ؟ کیااللہ رب العزت ہم سے اتنے ناراض ہیں کہ ہمیں اپنے پاک کلام کی تلاوت کی توفیق ہی محروم کررکھا ہے؟

میں بخدا یہ بات تنقید کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں؛ بل کہ حفاظِ کرام کے اکرام کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اور صرف ان کی ہم دردی اور خیر خواہی کے پیش نظر کہہ رہا ہوں ۔میری یہ بات کچھ تلخ ضرور ہے اور شاید کسی کو یہ بات ناگوار بھی گذرے ؛لیکن کیا کسی کی ناگواری کے ڈر سے حقیقت کو چھپایا جائے ، اسے بیان نہ کیا جائے ؟ خاص طور سے اس وقت جب کہ اس تلخی میں سراسر ان کی ہم دردی اور خیرخواہی کا جذبہ کارفرما ہے؟۔

ہم اپنا محاسبہ کریں

دوستو!ہم کب ہوش میں آئیں گے؟ کب عقل کے ناخن لیں گے؟ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے، اپنی قبر میں جانا ہے، اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔اگر اس وقت اللہ رب العزت ہم سے یہ پوچھ لیں کہ میں نے اپنے پاک کلام کی صورت میں تمھیں ایک بڑی نعمت عطا فرمائی تھی ، بتاؤ کیا تم نے اس نعمت کو نعمت سمجھا تھا؟ کیا کبھی تمھارے دل پر اس کے نعمت ہونے کا خیال گذرا تھا؟ اور کیا کبھی تم نے دیگر نعمتوں کی طرح اس نعمت کے ختم نہ ہونے ،کم نہ ہونے بلکہ اس کے باقی رہنے اور اس میں ترقی اور اضافے کے لیے دعائیں کی تھیں؟ تو بتاؤ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟

دوستو!ہم بہت غور سے اس مضمون کو سنیں، سمجھیں اور پھر اپنا محاسبہ کریں کہ ہم جن چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں اور رات ودن جن کے حصول اور ترقی کی فکر میں لگے رہتے ہیں، کیا ان نعمتوں میں قرآن مجید بھی کوئی نعمت سمجھی جا رہی ہے؟ اور کیا کبھی ہم دیگر نعمتوں کی طرح اس نعمت سے متعلق بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یااللہ! آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں قرآنِ مجید کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، آپ ہمارے پاس اس نعمت کو باقی رکھئے ،ہمیں اس کی قدردانی کی اور صحیح معنوں میں اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے ۔کیا کبھی ہم اس نعمت سے متعلق یہ دعا مانگتے ہیں کہ یااللہ! آپ ہم سے قرآنِ مجید کی نعمت نہ چھینئے ، اسے کم نہ کیجیے؛ بل کہ اس میں اضافہ اور ترقی عطا فرمائیے ۔ یااللہ! اب تک میں آدھا پارہ پڑھا کرتا تھا اب آپ مجھے پونہ پارہ پڑھنے کی توفیق دیجیے، اب تک میں پونہ پارہ پڑھا کرتا تھا اب آپ مجھے ایک پارہ پڑھنے کی توفیق دیجیے ، اب تک میں نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا کرتا تھا اب آپ مجھے نماز میں بڑی بڑی سورتوں کے پڑھنے کی توفیق دیجیے ، اب تک میں صرف اس کی تلاوت کیا کرتا تھا اب آپ مجھے اپنے پاک کلام کو سمجھنے کی بھی توفیق دیجیے ، اپنے پاک کلام میں آپ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جو جو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں، زندگی کے اتنے سال گذر جانے کے باوجود مجھے آج تک خیال نہ آیا کہ میں ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کروں، اب آپ مجھے ان باتوں کے سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائیے ۔ اور جو حضرات اس کے سمجھنے پر قدرت رکھتے ہیں کیا وہ یہ دعا مانگتے ہیں کہ یااللہ! میں آپ کے کلام کو سمجھنے لگا ہوں، اب آپ مجھے اس پر عمل کی بھی توفیق دیدیجیے۔

میاں! مانگنے والے مانگ رہے ہیں اور بہت کچھ مانگ رہے ہیں۔ جب وہ مسلسل مانگنے کا اہتمام کرتے ہیں تو پھر اللہ رب العزت بھی انھیں محروم نہیں کرتے؛ بل کہ دعاؤں کے عجیب وغریب مضامین ان کے دل میں القا فرماتے ہیں۔

چناں چہ ایک بزرگ اپنی دعاؤں میں بہ کثرت یہ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ! آپ مجھے معرفت قرآن نصیب فرمائیے، ادب قرآن نصیب فرمائیے، اکرام قرآن نصیب فرمائیے، عظمت قرآن نصیب فرمائیے، محبت قرآن نصیب فرمائیے، تلاوت قرآن نصیب فرمائیے، حلاوتِ قرآن نصیب فرمائیے، فہم قرآن نصیب فرمائیے، عمل قرآن نصیب فرمائیے، انوار قرآن نصیب فرمائیے، برکات قرآن دیجیے، شفاعت قرآن دیجیے، نیز جہاں جہاں قرآن مجید کی تعلیم کی ضرورت ہو، آپ ان تمام جگہوں پر ہم سے کام لے لیجیے اور اسے قبول فرمائیے، آمین۔

کیا ہم سے قرآن مجید چھین لیا گیا؟

بتاؤ دوستو! کیا کبھی ہم بھی اس طرح کی دعائیں مانگتے ہیں؟ کیا ہماری دعاؤں میں یہ دعائیں بھی شامل ہوتی ہیں؟ نہیں۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے آج تک قرآنِ مجید کو نعمت سمجھا، اسی بنا پر ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ ہی اس نعمت کی بقا اور اس میں ترقی کی کبھی دعا ہی مانگتے ہیں۔ اسی ناقدری اور ناشکری کی بنا پر ہم سے یہ عظیم نعمت چھین لی گئی ہے۔ یہ جو ہمیں تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی ہے، ہم کبھی اس پر غور تو کریں، تنہائی میں بیٹھ کر کبھی تو اپنا محاسبہ کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم سے قرآنِ مجید چھین لیا گیا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو بتاؤ کیا یہ کم سزا ہے جو ہمیں دی جا رہی ہے؟ اگر ہم اس نعمت

کی ناقدری اور ناشکری میں مبتلا ہیں اور یقینا ہیں تو پھر ہمیں بلا کسی تاخیر کے فوراً توبہ کرنا چاہیے اور صحیح طریقے پر اس نعمت کے شکر کی ادائیگی کی فکر اور کوشش کرنا چاہیے۔

الغرض گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید ہمارے حق اللہ رب العزت کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس نعمت کی قدر دانی کریں، صحیح معنوں میں اس کا شکر ادا کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم طے کرلیں کہ آج سے روزانہ اس کی تلاوت پابندی کے ساتھ کریں گے، کبھی ناغہ نہ ہونے دیں گے، اس کی تلاوت میں ترقی کرتے رہیں گے، پھر دھیرے دھیرے علما سے اس کے احکام معلوم کرکے اس پر عمل بھی کریں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ قرآنِ مجید کے سارے احکام معلوم کریں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق علما سے دریافت کریں کہ ہم یہ یہ کام کرتے ہیں، ان میں سے کوئی کام قرآن و حدیث کے خلاف تو نہیں ہے؟ اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہے تب تو وہ عمل انجام دیں ورنہ چھوڑ دیں، نیز اس نعمت کو نعمت سمجھتے ہوئے اس کے ختم نہ ہونے، کم نہ ہونے؛ بل کہ اس میں اضافے اور ترقی کے لیے بہت اہتمام کے ساتھ دعا بھی کیا کریں۔

امت کے مختلف طبقے

اب تک کی تمام تر گفتگو تو ان لوگوں سے متعلق تھی جو قرآن مجید پڑھنا جانتے ہیں لیکن غفلت اور لاپرواہی کے سبب قرآن مجید کی تلاوت پابندی کے ساتھ نہیں کرتے ہیں۔ یہ حضرات اب طے کرلیں کہ اب ہم نہ صرف پابندی کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں گے بلکہ دھیرے دھیرے علما ومفتیانِ کرام سے ربط وتعلق پیدا کرکے اس کے احکام معلوم کریں گے اور اس کے مطابق عمل بھی کیا کریں گے۔

ان حضرات کے علاوہ امت کے دیگر افراد وہ ہیں جو مختلف طبقات میں منقسم ہیں۔
ایک طبقہ تو ان لوگوں کا ہے جو سرے سے کچھ نہیں جانتا، قرآنِ مجید پڑھنا جانتا ہے اور نہ ہی دوسری کسی تعلیم سے آشنا ہے بلکہ نرا جاہل ہے۔

اسی طرح ایک طبقہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ جناب! ہم تو انگریزی میڈیم سے پڑھے ہوئے ہیں، ہمیں اردو اور عربی پڑھنا آتا ہی نہیں ہے، پھر بھلا ہم قرآنِ مجید کیسے پڑھیں گے؟ یہ طبقہ اگرچہ دنیوی لائن سے تعلیم یافتہ ہے؛ لیکن قرآنِ مجید کے معاملے میں اس کا بھی وہی حال ہے جو اس سے اوپر والے طبقے کا ہے، یہ دونوں طبقے قرآنِ مجید کے معاملے میں برابر ہیں۔

ایسے ہی ایک طبقہ وہ ہے جو ایسے افراد پر مشتمل ہے جن کے ماں باپ نے انھیں بچپن میں مکتب بھیجا تھا، اس طبقے نے مکتب میں کچھ وقت گذار کر جیسے تیسے قرآنِ مجید پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ عمومی طور پر یہ طبقہ بھی قرآنِ مجید کی تلاوت نہیں کرتا اور اگر کوئی کرتا بھی ہے تو جیسے بچپن میں سیکھا تھا اسی طرح کرتا ہے۔

اسی طرح ایک بہت بڑا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو معاشرے میں دین دار سمجھا جاتا ہے۔ چوں کہ اللہ رب العزت نے انھیں مال عطا فرما دیا ہے، اس لیے انھوں نے کئی کئی حج بھی کر لیے ہیں جس کی بنا پر وہ لوگ حاجی صاحب کے نام سے جانے جاتے ہیں، برسوں سے نماز پڑھ رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگ انھیں دین دار سمجھتے ہیں، ان سب کے باوجود ان کا بھی حال یہ ہے کہ انھیں قرآنِ مجید صحیح طریقے پر پڑھنا نہیں آتا؛ لیکن وہ خود اپنے حاجی، نمازی اور دین دار ہونے کے زعم میں قرآنِ مجید کی تصحیح کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کرتے، بل

کہ جس طرح پڑھنا جانتے ہیں اسی طرح پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

ان سب کے علاوہ ایک طبقہ وہ ہے جس کی دینی حالت بہ نسبت دیگر طبقات کے کچھ بہتر ہے۔ اس طبقے کو چوں کہ کچھ دینی فکر لاحق ہو گئی تھی، اس لیے یہ طبقہ تو دعوت وتبلیغ کے کام سے وابستہ ہو گیا اور جماعتوں میں چل پھر کر اس نے اپنی ضرورت کے بقدر چند سورتیں بھی سیکھ لیں۔ لیکن چوں کہ اس نے بھی قدرِ ضرورت ہی سیکھا ہے اور اس میں بھی بہت کچھ خامیاں ہیں، لہٰذا اگرچہ قرآنِ مجید کے معاملے میں اس طبقے کی واقفیت بہ نسبت دیگر طبقات کے بہتر ہے، تاہم یہ طبقہ بھی قرآنِ مجید کی کما حقہٗ تلاوت پر قادر نہیں ہے۔
الغرض یہ امت کے مختلف طبقات ہیں جو قرآن مجید کو صحیح طریقے پر پڑھنا نہیں جانتے ہیں۔

نفس کا ایک دھوکہ

چوں کہ ہمارے معاشرے میں یہ رواج نہیں ہے کہ ہم اصلاح کی غرض سے کسی کا قرآن سنیں کہ حاجی صاحب! ذرا آپ قرآن سنائیں، بھائی صاحب! ذرا آپ قرآن سنائیں۔ اگر کسی کو اس طرح کہا جائے تو وہ برا مان جاتا ہے کہ ہمیں کیسے کہہ دیا، ہمیں کیوں ٹوک دیا، کیا ہم قرآن غلط پڑھتے ہیں؟ اس بنا پر اب کوئی کسی کو نہیں ٹوکتا، جو جیسے چاہتا ہے پڑھتا ہے اور ساری زندگی ویسے ہی پڑھتا چلا جاتا ہے۔

چوں کہ یہ لوگ کسی جاننے والے کو اپنا قرآن سناتے نہیں کہ وہ انھیں ان کی غلطی پر متنبہ کرے، اس لیے کبھی ان کی اصلاح نہیں ہو پاتی۔ وہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ ہم تو قرآن مجید کو صحیح طریقے پر پڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ کسی جاننے والے کو اپنا قرآن سناتے اور اس کے متنبہ کرنے کے بعد با قاعدہ قرآنِ مجید کی تصحیح کی فکر کرتے تو بہت حد تک ان کی اصلاح کی

امید تھی ،لیکن وہ یہ نہیں کرتے ؛ بل کہ جس طرح پڑھنا جانتے ہیں اسی طرح پڑھتے چلے جاتے ہیں ۔انھیں ان کا نفس اس بات پر مطمئن کیے رہتا ہے کہ تم ٹھیک ہی تو پڑھتے ہو، فلاں کو دیکھو وہ تو اتنا بھی نہیں جانتا ، کتنا اٹک اٹک پڑھتا ہے،تم تو اس سے بہت اچھا پڑھ لیتے ہو۔بس وہ یہاں نفس کی باتوں میں آکر دھوکہ کھا جاتے ہیں اور جس طرح پڑھنا جانتے ہیں اسی کو صحیح سمجھتے ہوئے اس پر مطمئن رہتے ہیں۔

ہم قرآن غلط پڑھ کر کسے سنا رہے ہیں؟

اور اگر کبھی کسی کو اپنے غلط پڑھنے کا خیال ہوتا بھی ہے تو وہ شرم کے مارے کسی سے نہیں کہتا، کسی کو نہیں سناتا؛ بل کہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ میں جیسے پڑھ رہا ہوں اس کا کسی کو کیا پتہ،کوئی میرا قرآن سن تو نہیں رہا ہے۔لیکن ذرا سوچو دوستو کہ جو قرآن ہم پڑھتے ہیں،اسے کوئی سنے نہ سنے ؛لیکن کیا اللہ پاک اسے سنتے ہیں یا نہیں سنتے ؟ ہم نماز اللہ کے لیے پڑھتے ہیں یا لوگوں کے لیے؟ ہم قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے اللہ کو سناتے ہیں یا لوگوں کو سناتے ہیں؟ اگر ہم نماز اللہ کے لیے پڑھتے ہیں اور یقینا اللہ ہی کے لیے پڑھتے ہیں، اگر ہم قرآنِ مجید اللہ کے لیے پڑھتے ہیں اور یقینا اللہ ہی کے لیے پڑھتے ہیں اور انھیں کو سناتے ہیں تو پھر ہم خود سوچیں کہ جس پڑھنے سے متعلق خود ہمارا خیال یہ ہے کہ ہم غلط پڑھتے ہیں تو اس غلط پڑھے ہوئے کو سن کر کیا اللہ پاک ہم سے خوش ہوں گے یا ہم پر ناراض ہوں گے؟ ہم ذرا سوچیں تو سہی کہ قرآنِ مجید کو غلط پڑھ کر ہم کسے سنا رہے ہیں، اسی ذات کو جس نے خود اپنے کلام کو صحیح طریقے پر پڑھنے کا ہمیں حکم دیا ہے؟۔

دوستو! عدمِ واقفیت کے یہ سارے اعذار دنیا میں چل جائیں گے اور ان کی بنا پر دنیا

والے دھوکہ کھا جائیں گے لیکن اللہ رب العزت دھوکہ نہیں کھائیں گے اور کل قیامت کے دن ان کی بارگاہ میں یہ سارے اعذار ہرگز ہرگز قابل قبول نہ ہوں گے۔

کیا ہماری نماز ہمیں جنت تک پہنچادے گی؟

یاد رکھیں! جس طرح ہر چیز کی ایک قیمت طے ہوتی ہے کہ اس کے عوض ہی وہ چیز ملا کرتی ہے، اس کے بغیر نہیں ملتی۔ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت نے بھی جنت کی ایک قیمت طے کردی ہے۔ جب وہ قیمت پاس میں ہوگی اسی وقت جنت مل سکے گی، اس کے بغیر جنت تک رسائی نہ ہوسکے گی۔ جنت کوئی اتنی سستی چیز نہیں ہے کہ جس قیمت پر چاہیں لے لیں، اس کے لیے خود اللہ رب العزت نے ایک قیمت طے کردی ہے جس کے بغیر جنت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

آپ مجھے بتائیں کہ اگر کالینا سے سانتا کروز کا کرایہ پانچ روپیہ ہو اور ہمارے پاس صرف چار روپے موجود ہوں تو کیا خیال ہے کنڈیکٹر ہمیں منزل تک پہنچادے گا یا بیچ راستے میں اتار دے گا؟ ظاہر ہے کہ بیچ راستے میں اتار دے گا۔ جب ایک روپے کے کم ہونے پر دنیا میں منزل تک رسائی نہیں ہوپاتی ، بیچ راستے میں اترنا پڑتا ہے تو آخر جو نماز ہمیں جنت تک پہنچانے والی ہے اگر اس نماز میں پڑھا جانے والا قرآن درست نہ ہوگا تو مسئلے کی رو سے وہ نماز بھی درست نہیں ہوگی اور جب نماز درست نہیں ہوگی تو پھر ہم خود سوچیں کہ یہ نماز ہمیں اپنی آخرت کی منزل یعنی جنت تک کیسے پہنچاسکے گی؟ ہمارا یہ سوچنا کہ ہم نماز میں جس طرح قرآن پڑھتے ہیں اگر وہ پڑھنا غلط بھی ہو تو اس غلط ہونے کا کسی کو کیا پتہ؟ یہ سوچ تو انتہائی حماقت پر مبنی ہے۔میاں! کسی کو پتہ ہو کہ نہ ہو، اللہ رب العزت کو تو سب پتہ ہے۔

دوستو! ہم ذرا تو غور کریں، ذرا تو سوچیں کہ ہم کب تک اسی طرح اپنے پیارے رب کو ان کا کلام غلط سناتے رہیں گے۔ اگر اب بھی ہمارے اندر قرآنِ مجید کو صحیح طریقے پر پڑھنے کی فکر نہ جاگی تو آخر یہ فکر کب جاگے گی اور ہم کب قرآنِ مجید کو صحیح طریقے پر پڑھنے کی طرف عملی قدم بڑھائیں گے؟

بیان کرنے والے کو نفع کب ہوتا ہے؟

دوستو! مجھے بیان کرنا نہیں آتا، میں الحمدللہ اکثر اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر بیان کرتا ہوں۔ آپ کی خامیاں کیا ہیں وہ آپ جانتے ہیں، مجھے ان کا کچھ پتہ نہیں۔ مجھے تو اپنی خامیوں کا پتہ ہے، اسی لیے میں اپنی خامیوں کو سامنے رکھ کر ہی بیان کرتا ہوں۔ اور پھر بیان کرنے والے کو ہمیشہ اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھ کر بیان کرنا بھی چاہیے، اسی وقت اسے اپنی کہی ہوئی باتوں سے نفع ہوتا ہے اور ان کوتاہیوں کی اصلاح ہو پاتی ہے۔

اسی لیے حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم میں اپنی زبان میں ادا کر رہا ہوں کہ ”میں جن امور میں خود کو کوتاہ محسوس کرتا ہوں، اکثر ان امور سے متعلق ہی بیان کرتا ہوں اور جب تک وہ کوتاہیاں دور نہیں ہو جاتیں مسلسل بیان کرتا رہتا ہوں۔ پھر اس کا نفع بھی دیکھتا ہوں کہ چند روز کے بعد الحمدللہ وہ کوتاہیاں دور ہوتی نظر آتی ہیں“۔

اسی بنا پر میں نے بھی حضرت کا یہ دستور اپنا رکھا ہے اور بحمدللہ اس پر بہت اہتمام سے عمل کرتا ہوں۔ لیکن جب بیان مکمل ہوتا ہے تو بہت سے افراد مجھ سے کہتے ہیں کہ شکیل بھائی! یہ کمی تو ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے، آپ کو ہماری کمی کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ کو ہمارے بارے میں کس نے بتایا؟ بھلا مجھے کسی کے بارے میں کیا پتہ، میں تو اپنی کوتاہی

بیان کر رہا تھا؛ لیکن جب اپنی کوتاہی بیان کی تو بیان کر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کوتاہی امت میں پھیلا ہوا ایک عمومی مرض تھا جو کھل کر سامنے آیا ہے۔

ایک غور طلب بات

دوستو! اگر ہم غور کریں تو گذرتے زمانے کے ساتھ ساتھ ہمارے گرد و پیش کی بہت سی چیزوں کے اندر بہت کچھ تغیر؛ بل کہ یوں کہیں کہ اس میں بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے۔

میں اس بات کو سمجھانے کے لیے صرف ایک مثال پیش کروں کہ دیکھئے! بچپن میں ہمارے والدین ہمیں جیب خرچ کے لیے کچھ پیسے دیا کرتے تھے۔ کسی کو پانچ پیسے، کسی کو دس پیسے، کسی کو بیس پیسے وغیرہ وغیرہ۔ وہ جیب خرچ ہمارے اس وقت کی ضروریات کے لیے بالکل کافی ہوا کرتا تھا۔ اب وہ جیب خرچ آج کے حالات کے اعتبار سے ہمارے تو کیا ہمارے بچے کی ضروریات کے لیے بھی ناکافی ہے اور وہ بھی اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسی طرح اب سے دس پندرہ سال پہلے ہماری جو آمدنی تھی، وہ ہماری اس وقت کی ضروریات کے لیے تو کافی تھی؛ لیکن آج کے حالات کے اعتبار سے وہ آمدنی ہمارے لیے بالکل ناکافی ہے، اگر آج ہمیں اتنی ہی آمدنی ہونے لگے تو ہم اس پر قطعی راضی نہیں ہیں۔

غرض یہ کہ گذرتے زمانے کے ساتھ ساتھ ہماری ضروریات میں اور ان ضروریات کی تکمیل کے لیے درکار وسائل میں بہت کچھ تغیر اور ترقی ہو چکی ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہماری ضروریات تو بدل گئیں اور ان ضروریات کے لیے درکار وسائل میں بھی ترقی ہوگئی؛ لیکن ترقی نہ ہوئی تو صرف اور صرف قرآنِ مجید میں نہ ہوئی۔ ہم میں سے

بہت سے افراد ایسے ہیں جنھوں نے بچپن میں کچھ قرآنِ مجید پڑھا اور یاد کیا تھا۔ کسی نے دو سورتیں یاد کی تھیں، کسی نے پانچ سورتیں یاد کی تھیں اور کسی نے دس سورتیں یاد کی تھیں۔ لیکن بچپن میں یاد کی ہوئی دس سورتیں آج تک دس ہی چلی آرہی ہیں، آج تک اس میں ترقی نہیں ہوئی۔ بچپن میں جو جیب خرچ ہمیں ملا کرتا تھا آج وہ جیب خرچ ملنے لگے تو ہم اس پر راضی نہیں ہیں، دس سال پہلے ہمیں جو آمدنی ہوتی تھی آج ہم اتنی مقدار پر راضی نہیں ہیں، پھر آخر بچپن میں یاد کی ہوئی دس سورتوں پر ہم آج تک کیوں راضی ہیں؟ کیوں آج تک اس میں ترقی نہیں ہوسکی؟

بتائیے دوستو! کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے؟ میں اس وقت کسی سے اس کی یاد کردہ سورتوں سے متعلق دریافت نہیں کروں گا کہ کسے کتنی سورتیں یاد ہیں؛ بل کہ ہم میں سے ہر شخص خود اس بات پر غور کرے کہ میری یاد شدہ چند سورتیں جسے میں نے بچپن میں یاد کیا تھا، آج تک مجھے اتنی ہی سورتیں کیوں یاد ہیں، کیوں اس میں ترقی نہ ہوسکی؟ پھر یہ کہ جو سورتیں مجھے یاد ہیں اور جسے میں برسوں سے نماز میں کھڑے رہ کر اللہ پاک کو سناتا آرہا ہوں، کیا وہ سورتیں میں صحیح طریقے پر پڑھ بھی پاتا ہوں یا نہیں؟ کیا وہ سورتیں اللہ رب العزت کو سنانے کے قابل ہیں یا نہیں؟ میاں! خالق کو چھوڑیے وہ سورتیں مخلوق کو سنانے کے قابل بھی ہیں یا نہیں؟

اُس شخص کی نماز بھی درست نہیں......

قرآن مجید کو درست پڑھنے کے معاملے میں، اسے کسی کو سنانے کے معاملے میں ہم شرم کرتے ہیں کہ جانے دو، جانے دو، یونہی پڑھ لو، کسی کو کیا پتہ، نماز تو ہو ہی جائے

گی۔ میاں! ایسے نماز نہیں ہوتی۔ یہ شرم ہماری تمھاری نگاہ میں تو عذر ہوسکتی ہے؛ لیکن شریعت کی نگاہ میں یہ شرم کوئی عذر نہیں ہے؛ بل کہ اگر مسائل کی روشنی میں دیکھیں تو ایسا شخص گنہ گار ہے اور نماز میں قرآن مجید کو غلط پڑھنے کے سبب اس کی نماز بھی درست نہیں ہے۔

یہ بات میں اپنی جانب سے نہیں کہہ رہا ہوں؛ بل کہ خود حضرت تھانویؒ نے ایک جگہ عوام کی اس کوتاہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ”لوگوں میں اب یہ کوتاہی عام ہوگئی ہے کہ وہ تصحیحِ قرآن کی طرف اصلاً توجہ نہیں فرماتے، نہ مخارج کی خبر، نہ صفات کا اہتمام۔ حال آں کہ قرآن پاک کو صحیح پڑھنا واجب ہے، ہر حرف کو اس کے قاعدے کے مطابق ٹھیک ٹھیک پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص صحیح طریقے پر پڑھنا نہیں جانتا تو اس شخص پر صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کے لیے اپنی امکانی کوشش نہیں کرے گا تو گنہ گار ہوگا اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر انتہائی کوشش اور امکانی محنت سے بھی صحیح پڑھنے پر قدرت نہ پائے تو پھر یہ شخص شریعت کی نگاہ میں معذور ہے“۔

تلاوت خالق کے لیے یا مخلوق کے لیے؟

اسی طرح حضرتؒ نے قرآن مجید کو صحیح طریقے پر جاننے اور پڑھنے والوں کی بھی ایک کوتاہی کی طرف نشان دہی فرمائی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ”بعض حضرات قرآن اچھی طرح پڑھنا جانتے ہیں، تجوید پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں اور مجالس میں یا حالتِ امامت میں جب پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ مگر جب خلوت میں تلاوت کرتے ہیں یا سری نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں تو اس کی طرف مطلقاً توجہ نہیں

کرتے ۔جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس تلاوت کی غرض مخلوق کو راضی کرنا تھا نہ کہ خالق کو۔اس لیے کہ اگر خالق کو سنانا اور انھیں راضی کرنا مقصود ہوتا تو جس طرح مجالس میں اور حالتِ امامت میں قرآن خوب بنا سنوار کر پڑھتے ہیں اسی طرح سری اور انفرادی نمازوں میں بھی خوب اچھا پڑھنے کی کوشش کرتے''۔

عمر کی زیادتی عذر نہیں

اسی طرح بعض بڑی عمر کے لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ہم بڑے ہو گئے ہیں ، ہماری عمر چالیس سال ہوگئی ہے، پچاس سال ہوگئی ہے، ساٹھ سال ہوگئی ہے، اب اس بڑھاپے میں ہم قرآنِ مجید کیا سیکھیں گے۔سو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ عمر کی زیادتی کی بنا پر قرآن مجید نہ سیکھنا شریعت کی نگاہ میں کوئی عذر نہیں ہے۔

ہم اور آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کے حالات پڑھیں، یہ حضرات پیدائشی مسلمان نہیں تھے؛ بل کہ کوئی تیس سال کی عمر میں مسلمان ہوا، کوئی پچاس سال کی عمر میں مسلمان ہوا اور کوئی ساٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوا۔لیکن کیا کوئی ایک واقعہ بھی ایسا ملتا ہے کہ کسی صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر یہ عذر کیا ہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم بوڑھے ہو چکے ہیں اور اسی بڑھاپے میں ہم نے اسلام قبول کیا ہے، اب اس بڑھاپے کے عالم میں ہم سے پورے دین پر عمل نہ ہو سکے گا، لہٰذا آپ ہمارے لیے صرف آدھے دین کو واجب العمل قرار دیں، بقیہ پر عمل کے سلسلے سے ہمیں معذور جانیں۔

دوستو! ان کے یہاں عمر کی زیادتی اور بڑھاپا کوئی عذر نہیں تھا؛ بل کہ وہ لوگ ہر جگہ آمنّا وصدقنا کہتے ہوئے پورے دین پر عمل کے لیے تیار رہتے تھے۔جس نے جو حکم سنا اسی

دن سے اس نے اپنی بساط کے مطابق اسے اپنی عملی زندگی میں داخل کرنا شروع کر دیا۔یہی جذبات کی وہ قربانی تھی جو اس جماعت کا خاصہ تھی اور وہ قربانی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اتنی پسندیدہ اور مقبول ہوئی کہ اس کے سبب اللہ رب العزت نے ان کی شان کو اس درجہ بلند کیا کہ قیامت تک آنے والا کوئی فرد لاکھ ریاضتوں اور مجاہدوں کے باوجود ان کے رتبے اور مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

الغرض عمر کی زیادتی شریعت کی نگاہ میں کوئی عذر نہیں ہے بلکہ شریعت کی نگاہ میں عذر یہ ہے کہ ایک آدمی پر بڑھاپا آ گیا، اب اس کی زبان پر قرآن مجید کے الفاظ کوشش کے باوجود نہیں چڑھتے۔روزانہ صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، سیکھتا ہے، محنت کرتا ہے؛ لیکن نہیں پڑھ پاتا تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں معذور ہے۔لیکن ایک آدمی جوان اور صحت مند ہے، اگر وہ قرآنِ مجید کو صحیح طریقے پر پڑھنے کی فکر اور کوشش کرے تو پڑھ سکتا ہے ؛لیکن فکر نہیں کرتا۔یا بوڑھا ہے لیکن اپنی بساط بھر قرآنِ مجید کی تصحیح کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا؛ بل کہ یونہی پڑھتا جاتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو نماز میں بھی اسی طرح قرآن غلط پڑھتا ہے اور خود بھی جانتا ہے کہ میں قرآن غلط پڑھتا ہوں؛ لیکن یہ سوچ کر کہ اب میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اب سیکھنے کی عمر کہاں رہی، اب تو جس طرح بھی پڑھا جائے پڑھتے رہو۔یہ غنیمت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں ، اب نماز میں قرآن صحیح پڑھ رہا ہوں یا نہیں اس کا پتہ لوگوں کو تو ہے نہیں، لہٰذا ایسے ہی پڑھتے رہو۔میاں! لوگوں کو پتہ چلنے نہ چلنے سے ہمارا کیا ہوگا ؟ ہمارا سارا معاملہ اور ہمارا سارا لینا دینا تو اللہ پاک سے ہے ۔نماز میں پڑھا جانے والا قرآن درست ہوگا

تو نماز درست ہوگی اور جب نماز درست ہوگی تو اس نماز کی بنا پر اللہ پاک ہم سے خوش ہوں گے اور اس پر اجر عطا فرمائیں گے۔ اور اگر نماز میں پڑھا جانے والا قرآن درست نہیں ہوگا تو نماز بھی درست نہیں ہوگی اور جب نماز درست نہیں ہوگی تو اس نماز کی بنا پر اللہ پاک ہم سے ناراض ہوں گے اور ہمیں سزا دیں گے ،لوگوں کی خوشی اور ناراضی سے ہمارا کیا ہوگا؟

اللہ کے اہل اور خواص کون ہیں؟

دوستو! یہ قرآنِ مجید ہمارے حق میں اللہ رب العزت کی صرف ایک نعمت ہی نہیں؛ بل کہ بہت بڑی نعمت ہے ۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو بندہ اس کی قدردانی کرے اور صحیح طریقے پر اس کا شکر ادا کرے تو یہ قرآنِ مجید اسے اللہ رب العزت کے اہل اور خواص میں شمار کرا دیتا ہے۔

چناں چہ ایک حدیث میں جناب نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی منقول ہے جس کا مفہوم ہے کہ ''لوگوں میں سے بعض لوگ اللہ رب العزت کے لیے خاص گھر کے لوگ ہیں ۔صحابۂ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ وہ قرآن شریف والے ہیں، یہ اللہ رب العزت کے اہل اور خواص میں سے ہیں''۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں ۔ جب وہ ہر وقت کلام پاک کی تلاوت وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں ۔ اور ہر وقت کے پاس رہنے والے اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔

بتاؤ دوستو! اللہ کے اہل اور خواص میں سے ہونا کیا معمولی بات ہے؟ اور کیا یہ کوئی معمولی اعزاز ہے؟ یہ اتنا بڑا انعام واعزاز ہے کہ دنیا کی کوئی ڈگری ،کوئی سرٹیفکٹ اور کوئی اعزاز اس کی ہم سری نہیں کر سکتا ۔ اور یہ انعام واعزاز ذرا سی محنت سے حاصل ہوجاتا ہے کہ آدمی ذرا سی محنت کر لے اور اللہ والا بن جائے ، ان کے اہل میں شمار ہوجائے اور ان کے خاص بندوں میں شامل ہونے کا اسے شرف حاصل ہوجائے۔

لیکن ہمیں اس انعام واعزاز کے پانے کا کوئی شوق ہے اور نہ ہی کبھی اس کے حاصل کرنے کا خیال ہی ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ہم تو دنیوی جاہ ومنصب حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور اگر خود حاصل نہیں کر پاتے تو حاصل کر لینے والوں کا قرب پانے کے متمنی رہتے ہیں اور رات و دن اس فکر اور کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی عہدے دار تک رسائی ہوجائے ،کسی گورنر یا منسٹر کا قرب میسر آجائے اور اس کے لیے ہر طرح کی تکلیف ومشقت برداشت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور بڑی کوششوں کے بعد جسے میسر آجاتا ہے وہ اس کو بہت بڑا کمال سمجھتا ہے، حال آں کہ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اصل کمال تو یہ ہے کہ بندے کو اللہ رب العزت کا قرب نصیب ہوجائے اور ان کے اہل اور خواص میں ہونے کا شرف اسے حاصل ہوجائے۔

قرآن مجید کی بلا سمجھے تلاوت بھی نفع سے خالی نہیں

آگے بڑھنے سے قبل میں درمیان میں ایک ضروری بات یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ دیکھئے ایک جانب تو حدیث پاک یہ بتلا رہی ہے کہ قرآنِ مجید کی کثرتِ تلاوت اور اس کے ساتھ خصوصیت رکھنا اللہ رب العزت کے اہل اور خواص میں ہونے کا شرف د

لاتا ہے اور دوسری جانب آج کے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات (جواب ایک مستقل جماعت کی شکل اختیار کر گئے ہیں اور مختلف طریقوں سے امت میں دینی اختلاف وانتشار کو ہوا دے رہے ہیں اور مختلف مسائل چھیڑ کر امت کو جادۂ حق سے ہٹانے کے درپے ہیں) کی جانب سے یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ قرآنِ مجید کی بلا سمجھے تلاوت فضول اور بے فائدہ ہے اور وہ لوگ اسے تضییعِ اوقات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حال آں کہ قرآن مجید کی نفسِ تلاوت، خواہ وہ بلا سمجھے ہی کیوں نہ ہو، بہت سی خصوصیات اور بہت سے فضائل وبرکات کے حصول کا ذریعہ ہے، جس کا ثبوت بہت سی احادیثِ مبارکہ سے ہوتا ہے۔ میں نمونے کے طور پر یہاں دو روایتیں فضائلِ قرآن مجید سے نقل کرتا ہوں۔

۱} پہلی روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے۔ ان سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے علاوہ کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

۲} دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اعمال میں بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حالِ مرتحل۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! حالِ مرتحل کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحبِ قرآن ہے جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے، جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔

(ترمذی)

یہ دو روایتیں میں نے نمونے کے طور پر آپ حضرات کے سامنے نقل کی ہیں، ورنہ تو قرآنِ مجید کی بلا سمجھے تلاوت کی فضیلت بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ آپ انھیں دو روایات میں غور کریں کہ ان دونوں روایتوں میں مطلق قرآنِ مجید کی تلاوت کی فضیلت بیان کی گئی ہے خواہ قرآنِ مجید کے معانی اور مطالب سمجھ کر تلاوت کی جائے یا بلا سمجھے۔ اور پھر وہ ساری روایات جن میں قرآنِ مجید کی تلاوت پر ہر ہر حرف کے بدلے نیکیوں کا وعدہ ہے، ان میں بھی کہیں معانی ومطالب سمجھ کر پڑھنے کی قید وارد نہیں ہوئی ہے، جس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنِ مجید کی بلا سمجھے تلاوت بھی بہت سے فوائد وبرکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ پس جو شخص یا جو جماعت قرآنِ مجید کی بلا سمجھے تلاوت کو فضول اور بے فائدہ بتلاتی ہے اس کا قول نہ صرف ان صریح احادیث کے خلاف ہے بلکہ ہمارے اکابر کی تصریحات کے مطابق ایسا کہنے والا نرا جاہل یا پھر بددین ہے۔ لہٰذا ان کی باتوں میں آکر قرآنِ مجید کی تلاوت اور اس پر وارد ہونے والے بے شمار فضائل وبرکات سے محروم نہ ہونا چاہیے۔

ہاں اگر کوئی شخص تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے معانی اور مفاہیم کو بھی سیکھنا اور سمجھنا چاہے تو اسے کسی مستند عالم کی زیرِ نگرانی سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش ضرور کرنا چاہیے، تاکہ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں اپنے بندوں سے جو خطاب فرمایا ہے اسے بھی سمجھا اور معلوم کیا جا سکے، اللہ رب العزت ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

سب سے بڑا سفارشی

یہ ایک ضروری بات تھی میں جو یاد آنے پر میں نے درمیان میں عرض کر دی، ورنہ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآنِ مجید اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ مشغولی نہ صرف دنیا میں ڈھیر سارے برکات وثمرات کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی بے شمار انعام واعزاز کے حصول کا ضامن ہے۔ دیکھئے! ایک مومن کی منتہائے آرزو یہی ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت اس سے راضی ہو جائیں اور اس کے گناہوں کو بخش دیں اور یہی آرزو دنیا اور آخرت میں اس کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے۔ اب جو چیز اس ضرورت کی تکمیل کا سبب ہو، اگر وہ کسی بندے کو میسر آجائے تو پھر سوچیں کہ اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا؟۔

دوستو! آخرت کے سخت اور ہول ناک دن جب ہر شخص نفسا نفسی اور ہما ہمی کے عالم میں ہوگا اور اپنے لیے جائے پناہ ڈھونڈتا پھر رہا ہوگا، ایسے سخت اور نازک مرحلے پر اگر کوئی اسے اس ہول ناکی سے بچانے والا اور اس کی سفارش کرنے والا مل جائے تو پھر اس وقت آدمی کی خوشی کا کیا عالم ہوگا، اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اور یہی کام اس روز قرآنِ مجید کا ہوگا کہ وہ اپنا حق ادا کرنے والوں کے حق میں اللہ رب العزت کے حضور سفارش کرے گا اور انھیں اس دن کی سختی اور ہول ناکی سے بچائے گا اور اس روز اللہ رب العزت اس کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ یہ ایک ایسا سفارشی ہے کہ اس روز اس سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔

چناں چہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قرآنِ مجید قیامت کے دن بندے کے حق میں سب سے بڑا سفارشی ہوگا، حتیٰ کہ نبی سے بھی بڑا سفارشی ہوگا۔ یہ میں اپنے گھر کی بات نہیں کہہ رہا ہوں کہ مجھے کہتے ہوئے کچھ تردد ہو؛ بل کہ آپ فضائلِ قرآن اٹھا کر دیکھیں،

اس میں یہ روایت حضرت ابو سعید بن سُلیم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ وَقَالَ النَّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَامِنْ شَفِیْعٍ اَعْظَمَ مَنْزِلَۃً عِنْدَاللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الْقُرْآنِ لَانَبِیٌّ وَلَامَلَکٌ وَلَاغَیْرُہٗ۔ جس کا مفہوم ہے کہ ''قیامت کے دن اللہ رب العزت کے نزدیک قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی اور نہ کوئی فرشتہ وغیرہ''۔

دوستو! یہ قرآنِ مجید ایک ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ جس کے حق میں یہ سفارشی بن جائے اسے جنت میں داخل کرائے بغیر نہ چھوڑے اور جس کے خلاف گواہی دے اور حجت قائم کرے اسے جہنم رسید کرائے بغیر نہ چھوڑے۔ یعنی بندوں کے حق میں اس کی سفارش بھی مقبول ہے اور ان کے خلاف اس کی گواہی بھی معتبر ہے۔

ذرا غور کریں! کہ اگر قرآن مجید نے کل قیامت کے دن ہمارے حق میں سفارش نہ کی بلکہ ہمارے خلاف گواہی دی اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکایت کی کہ یا اللہ! آپ کے اس بندے نے دنیا میں میری ناقدری کی تھی، اس کے پاس صحت تھی، فرصت بھی تھی، اس کے باوجود اس نے میری تلاوت نہ کی، کبھی مجھے اٹھا کر دیکھا تک نہیں، یہ دنیا میں وقت کی تنگی کا عذر کیا کرتا تھا۔ حال آں کہ اس کے پاس اخبار بینی کا وقت ہوتا تھا، چائے نوشی کا وقت ہوتا تھا، دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرنے کا وقت ہوتا تھا؛ لیکن وقت نہیں ہوتا تھا تو صرف میری تلاوت کا وقت نہیں ہوتا تھا۔ یا اللہ! آج میں اس سے ناراض ہوں، اس کے خلاف آپ کی عدالت میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اس نے دنیا میں میرا حق ادا نہیں کیا

ہے، لہٰذا میرا آپ سے مطالبہ ہے کہ آج آپ اسے پکڑ لیجیے اور میری حق تلفی کے سبب اسے سخت سے سخت سزا دیجیے۔

ذرا سوچیں دوستو! جو قرآن قیامت کے دن سب سے بڑا سفارشی ہو، اگر وہی قرآن اس دن ہمارے خلاف گواہی دینے لگے اور ہمارے خلاف حجت قائم کرے تو بتاؤ ہم کہاں جائیں گے اور کس سے سفارش کرنے کے لیے کہیں گے؟۔

قرآنِ مجید سیکھنے کا ایک وقت طے کرلیں

اس نعمتِ قرآن کا تو کوئی حق ادا کر ہی نہیں سکتا؛ لیکن کچھ حق ادا کرنے کی کوشش کے طور پر تا کہ یہ نعمت بڑھ جائے، ہم اپنی روز مرہ کی زندگی کی ترتیب میں سے دس منٹ قرآنِ مجید سیکھنے کے لیے ضرور نکالیں۔ اور اگر ہم زیادہ مشغول ہیں دس منٹ نہیں نکال سکتے تو صرف پانچ منٹ نکالیں؛ لیکن روزانہ پابندی کے ساتھ نکالیں، ناغہ نہ ہونے دیں۔ قرآن کے کسی اچھے جاننے والے سے رابطہ کرکے روزانہ قرآنِ مجید سیکھنا شروع کریں۔ بہتر تو یہ ہے کہ خود وقت نکال کر ان کے پاس جائیں؛ لیکن اگر یہ نہ کرسکیں تو ان کی منت سماجت کرکے اور ان کی خوشامد کرکے انھیں ایک مقررہ وقت پر اپنے گھر بلائیں اور ان کے پاس بیٹھ کر روزانہ پابندی کے ساتھ قرآن مجید سیکھتے رہیں۔ یہ کام جتنی جلدی ممکن ہو سکے شروع کردیں۔

میرا معمول

میں دوسروں کی نہیں خود اپنی بات آپ کو بتاؤں کہ میں خود تقریباً ۱۹۷۰ء سے قرآنِ مجید کو درست پڑھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں اور سیکھنے کا یہ سلسلہ آج تک

جاری ہے۔ مکان کی منتقلی کے سبب کچھ دنوں سے یہ سلسلہ موقوف ہے؛ لیکن الحمدللہ آج تک قرآنِ مجید سیکھ رہا ہوں اور اسی نیت سے سیکھ رہا ہوں کہ میں قرآنِ مجید کو صحیح طریقے پر پڑھنے والا بن جاؤں۔ مدرس کی حیثیت سے ایک عالم روزانہ میرے گھر تشریف لاتے ہیں۔ ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ میں خود ان کے پاس جاتا؛ لیکن چوں کہ وہ میری طبیعت سے واقف ہیں کہ اکثر بیمار رہتا ہوں اس لیے از خود چلے آتے ہیں، یہ ان کی بڑی مہربانی ہے۔ میں ایک عرصے سے ان کے پاس قرآنِ مجید سیکھ رہا ہوں، اب انھیں اطمینان ہو گیا ہے کہ میں قرآن پاک ٹھیک پڑھ لیتا ہوں؛ لیکن مجھے اب بھی اطمینان نہیں ہوتا اس لیے یہ سلسلہ بدستور جاری رکھا ہے۔

سیکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ پاک سے دعا بھی مانگتا ہوں کہ یا اللہ! آپ مجھے بہت اچھا قرآن پڑھنے والا بنا دیجیے۔ میں مخلوق کو سنانے کی غرض سے نہیں؛ بل کہ صرف اور صرف آپ کو سنانے کی غرض سے آپ کا کلام سیکھ رہا ہوں۔ میری چاہت یہ ہے کہ تنہائی ہو، میں رہوں، آپ رہیں، آپ کا کلام رہے اور میں آپ کی محبت میں جھوم جھوم کر اسے آپ کو سناتا جاؤں۔ جس محبت سے ایک عاشق اپنے محبوب کے خط کو دیکھتا، اسے چھوتا، اسے کھولتا اور پھر جس طرح اس کی محبت میں ڈوب کر اسے پڑھتا ہے کہ آس پاس کی اسے کوئی خبر نہیں ہوتی، ٹھیک اسی طرح آپ مجھے اپنے کلام کو دیکھنے، اسے چھونے، اسے کھولنے اور اسی فرطِ محبت کے جذبات کے ساتھ اسے پڑھنے کی توفیق دیجیے۔ جوں جوں میں آپ کا کلام پڑھتا جاؤں اسی قدر آپ کی محبت میرے دل میں اترتی چلی جائے، اس پاک کلام کے انوار و برکات سے میرا قلب روشن ہوتا چلا جائے، اس کے اسرار و معارف

اوراس کی حکمتیں میرے قلب پر کھلتی چلی جائیں ۔ یااللہ! اگرچہ اپنی حالت کے پیشِ نظران باتوں کا سوال بہت بڑاسوال ہے ؛لیکن یااللہ! اگرآپ عطا کرنا چاہیں توان چیزوں کا عطا کرنا آپ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے،آپ اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ ساری نعمتیں عطا فرمادیجیے۔ یااللہ! میں اس تلاوت کے ذریعے آپ کو پانا اورآپ کا ہو جانا چاہتا ہوں ۔ ہاں دوستو!ان سب نیتوں کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا چاہیے، کبھی آپ بھی توان نیتوں کے ساتھ تلاوت کریں، پھر دیکھیں قران پڑھنے میں کتنا مزہ آتا ہے،اللہ پاک ہم سب کوتوفیق عطا فرمائیں۔

اپنی بساط بھرکوشش جاری رکھیں

دوستو! جب مجھ جیسا بیمار آدمی روزانہ کچھ نہ کچھ وقت نکال کرقرآن مجید سیکھ سکتا ہےتو آپ حضرات تو ماشاءاللہ صحت منداورتن درست ہیں، اگرآپ تھوڑی فکراورکوشش کریں تو ان شاءاللہ بہت اچھا قرآن پڑھنے والے بن سکتے ہیں۔آپ ہرگزیہ نہ سوچیں کہ میری عمرزیادہ ہوگئی ہے، زبان موٹی ہوگئی ہے،اب قرآنِ مجید کے الفاظ میری زبان پر نہیں چڑھتے ہیں، بھلااب اس عمراوراس حالت میں میں قرآنِ مجید کیسے سیکھوں گا؟ آپ صرف یہ کریں کہ اپنی ہمت اور بساط کے مطابق سیکھنا شروع کردیں اور مسلسل سیکھتے رہیں۔اس لیے کہ ہم اورآپ صرف کوشش کے مکلف ہیں،نتیجہ پیدا کرنے کے مکلف نہیں ہیں، ہم اپنی ہمت اور بساط کے مطابق موت تک قرآنِ مجید سیکھتے رہیں گے ۔ اگرصحیح طریقے پر پڑھنا آ گیا تو بہت اچھا،ورنہ اسی طرح سیکھتے سیکھتے دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور قیامت کے روزاللہ پاک سے کہہ دیں گے کہ یااللہ! ہم اس بات کا

اعتراف کرتے ہیں کہ بچپن میں غفلت اورکوتاہی کے سبب ہم آپ کے پاک کلام کوصحیح طریقے پر پڑھنا نہ سیکھ سکے؛لیکن لوگوں کے بتانے پر جب ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اگرچہ اس وقت ہماری عمرزیادہ ہوگئی تھی، زبان موٹی ہوگئی تھی قرآنِ مجید کے الفاظ ہماری زبان پر چڑھتے نہیں تھے،ان سب کے باوجود ہم نے قرآنِ مجید سیکھنا شروع کردیا تھا اور جب تک زندگی رہی ،ہم مسلسل آپ کے پاک کلام کوسیکھتے رہے۔لیکن یااللہ! ہم اپنی تمام ترکوششوں کے باوجود آپ کے پاک کلام کوصحیح طریقے پر پڑھنا نہ سیکھ سکے۔اے کریم آقا! آپ ہماری اس کوشش کوضائع نہ کیجیے اورمحض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اچھا پڑھنے والوں میں شامل کردیجیے۔

دوستو! اللہ رب العزت بڑے کریم ہیں، بڑے مہربان ہیں، یہ ان کا دستور ہی نہیں ہے کہ کوئی کوشش کرنے والا کوشش کرے،محنت کرےاوروہ اس کی محنت کوضائع کردیں بلکہ وہ توایسے کریم ہیں کہ سیکھنے کے دوران جومشقت ہوتی ہے اورآدمی اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، وہ اس اٹک اٹک کر پڑھنے کی بھی قدرکرتے ہیں اوراس طرح کرتے ہیں کہ اس اٹکنے پراورمشقت اٹھانے پردوہرااجرعطا فرماتے ہیں۔ہمیں ان کی شانِ رحیمی وکریمی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے؛ بل کہ اپنی بساط بھرکوشش کرتے رہنا چاہیے اور ان کی رحمت سے قوی امید رکھنا چاہیے کہ وہ اس کوشش کوقبول فرمائیں گے اور اچھا پڑھنے والوں کے ساتھ ہماراحشرفرمادیں گے۔

کیا ہم حافظِ قرآن بننا چاہتے ہیں؟

بل کہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ اپنے حوصلے بلند رکھیں،صرف یہ ارادہ نہ کریں کہ ہمیں

قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا سیکھنا ہے بلکہ یہ ارادہ کریں کہ ان شاء اللہ ہمیں پورا قرآنِ مجید حفظ کرنا ہے۔ ممکن ہے آپ کو میری یہ بات کچھ عجیب سی لگے اور آپ سوچ میں پڑ جائیں کہ یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ ابھی تو یہ ہمیں قرآن مجید کی تصحیح کی ترغیب دے رہا تھا اور ابھی پورا قرآن مجید حفظ کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اب جب کہ ہم میں سے کوئی چالیس سال کی عمر کو، کوئی پچاس سال کی عمر کو اور کوئی ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور ابھی ہم حروفِ تہجی بھی صحیح طریقے پر پڑھنا نہیں جانتے، پھر بھلا ہم پورا قرآن مجید کس طرح حفظ کر سکیں گے؟۔

آپ کی یہ حیرانی بالکل بجا ہے، واقعتا میری یہ بات کچھ حیران کن ضرور ہے؛ لیکن سچ کہتا ہوں دوستو ناممکن بالکل نہیں ہے۔ میں، آپ، اس مجمع کا ہر فرد بلکہ امت کا ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، وہ بہ آسانی حافظ بننے کی کوشش کر سکتا ہے اور روزِ قیامت حفاظ کی صف میں کھڑے ہونے کا اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔ اسے یہ اعزاز حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا نہیں ہے بلکہ صرف ایک ترتیب پر عمل کرنا ہے اور وہ بھی بہت آسان سی ترتیب پر۔ اگر ہم اور آپ اس ترتیب پر عمل کر لے جائیں تو پھر ان شاء اللہ ہمیں حفاظ کی صف میں کھڑا ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ بات سن کر آپ کو شاید اور بھی زیادہ تعجب ہو کہ شکیل بھائی کیا کہہ رہے ہیں، آخر یہ کیسے ممکن ہے؟ تو پھر سنیں، توجہ سے سنیں، عمل کی نیت بھی کریں اور اپنی حیرانی کو خوشی سے بدل لیں۔

دوستو! اللہ رب العزت بڑے کریم ہیں، وہ اپنے بندوں پر عموماً اور حضرت نبی کریم ﷺ کی امت پر خصوصاً حد درجہ مہربان ہیں اور اپنے محبوب جناب نبی اکرم

ﷺ سے محبت کی بنا پر ان کی امت کو بہت کچھ دینا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میرے محبوب کے امتی بس تھوڑی سی فکر کر لیں، تھوڑا سا عمل کر لیں، میں اس پر انھیں ان کے گمان سے بہت زیادہ عطا کروں گا، اس لیے کہ یہ میرے محبوب کے امتی ہیں اور میں اپنے محبوب سے بے انتہا پیار اور محبت کرتا ہوں، میں ان کی خوشی کی خاطر ان کی امت کے تھوڑے سے عمل پر بھی انھیں بے انتہا نواز دوں گا، تاکہ یہ دیکھ کر میرے محبوب خوش ہو جائیں۔ ہاں دوستو! اللہ رب العزت کو اپنے محبوب کی خوشی کا بڑا خیال ہے، اسی لیے وہ ان کی امت کو بہانے بہانے سے نوازنا چاہتے ہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ان عطاؤں کو پانے کے لیے کچھ عملی اقدام تو کریں۔

حافظِ قرآن بننے کی ایک آسان ترتیب

دوستو! ہمیں قرآنِ مجید حفظ کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا نہیں ہے بلکہ صرف یہ کرنا ہے کہ جب ہم قرآنِ مجید سیکھنا شروع کریں تو یہ نیت کر لیں کہ ان شاء اللہ ہم پورا قرآنِ مجید حفظ کریں گے اور اس نیت کے ساتھ سیکھنا شروع کر دیں۔ پھر اپنی سہولت سے جتنا وقت بھی ہم نے قرآنِ مجید کے سیکھنے کے لیے طے کر رکھا ہو، روزانہ اتنی دیر پابندی کے ساتھ قرآن مجید سیکھتے رہیں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ ابھی تو ہم نے حروفِ تہجی کی تصحیح شروع کی ہے، پتہ نہیں کب قاعدہ پورا ہوگا، کب ناظرہ پورا ہوگا پھر کب حفظ مکمل ہوگا؟ اس لیے کہ روایت کے مفہوم میں یہ بات ملتی ہے کہ جب کوئی بندہ حفظ کرنے کے ارادے سے قرآن مجید سیکھنا شروع کرتا ہے اور اپنے ارادے کی تکمیل کی خاطر اپنی بساط بھر مسلسل کوشش بھی کرتا رہتا ہے، پھر اچانک درمیان میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ

رب العزت اس کی چاہت اور پختہ ارادے کی بنا پر اسے اس کے ارادے میں ناکام نہیں کریں گے؛ بل کہ میدانِ محشر میں جب سارے لوگ جمع ہوں گے تو اس دن اسے حفاظ کی صف میں کھڑا کریں گے اور انھیں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

دیکھئے! اب معاملہ کتنا آسان ہو گیا، بتاؤ کیا اب بھی میری بات سے آپ کو حیرانی ہو رہی ہے؟ کیا اب بھی حفظ کرنا کچھ مشکل معلوم ہو رہا ہے؟ اب تو کچھ مشکل نہیں رہا۔ اس لیے کہ ہمیں حفظ کرنے کے لیے بہت کچھ سوچنا ہے اور نہ ہی بہت زیادہ محنت کرنی ہے بلکہ حسبِ سہولت جتنا وقت ہم نے قرآن مجید کی تصحیح کے لیے طے کر رکھا ہے، بس اتنی ہی دیر پڑھنا ہے؛ لیکن پوری فکر اور پابندی کے ساتھ پڑھنا ہے۔ البتہ اپنا ٹارگیٹ یہی رکھنا ہے کہ ہمیں قرآنِ مجید مکمل حفظ کرنا ہے، جب تک زندگی باقی رہے گی ہم اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہیں گے۔ دوستو! موت بہ ہر حال ایک دن آنی ہے، اگر موت سے پہلے پہلے ہم اپنے ارادے میں کام یاب ہو گئے تو بہت اچھا، ورنہ مذکورہ حدیث کی رو سے تو ان شاء اللہ آخرت کے روز حفاظ کی صف میں کھڑا کر دیے جائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں اور پوری امت کو اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

لیکن یاد رکھیں! یہ اعزاز اسی وقت ملے گا جب حفظ کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مسلسل کوشش بھی کی جائے۔ یہ نہیں کہ فضیلت سننے کے بعد کچھ دنوں تک تو خوب جوش اور جذبے کا مظاہرہ کیا، خوب محنت کی؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ جذبہ سرد پڑ گیا تو پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد خیال

ہوا تو دوبارہ شروع کر دیا اور کچھ دنوں کے بعد پھر چھوڑ دیا، اس طرح چھوڑ پکڑ والا معاملہ نہ ہو؛ بل کہ حفظ کا پختہ ارادہ بھی ہو اور تسلسل کے ساتھ کوشش بھی جاری ہو۔

ذرا غور کریں! کہ اس بندے نے حفظ مکمل نہیں کیا تھا اور حفظ کیا، ابھی تو فقط اس نے حروفِ تہجی کی تصحیح شروع کی تھی، پھر آخر کس بنیاد پر اسے اس انعام سے نوازا جا رہا ہے؟ اسی لیے تو کہ اس بندے نے حفظ کرنے کا پختہ ارادہ کیا تھا اور ارادہ کر لینے کے بعد جب تک زندگی باقی رہی، مسلسل کوشش میں لگا رہا۔ چوں کہ اللہ رب العزت اس کے ارادے سے واقف تھے کہ میرا یہ بندہ میرے کلام کو حفظ کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ امکان بھر کوشش بھی کر رہا تھا لیکن درمیان ہی میں میں نے اسے اپنے پاس بلا لیا، اگر اسے زندگی کی مہلت ملتی تو یقینا یہ اپنی کوشش برابر جاری رکھتا۔ میں چوں کہ اس بات سے واقف تھا کہ اس نے حفظ کرنے کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے، لہٰذا میں اس کی کوشش کو ضائع نہیں کروں گا، اس کے ارادے میں اسے ناکام نہیں کروں گا۔ یہ اگر چہ دنیا میں اپنی چاہت پوری نہ کر سکا؛ لیکن میں آخرت کے دن اس کی چاہت کو ضرور پورا کروں گا اور جو کچھ انعام واعزاز دنیا میں حفظ مکمل کرنے والوں کو عطا کروں گا، وہ سارے انعام واعزاز میں اس بندے کو بھی عطا کروں گا۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا

دیکھئے! یہ ہے اللہ رب العزت کی عطا اور ان کی مہربانی کہ وہ اپنے بندوں کی ذرا سی کوشش کی بھی کتنی قدر فرماتے ہیں اور معمولی معمولی بہانوں سے انھیں کتنا کچھ عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ تو ہمارا قصور ہے جو ہم ان کی شانِ کریمی سے ناواقف ہیں اور ان کے

لامحدود خزانوں سے لینا نہیں جانتے، ورنہ وہ تو ہمہ وقت دینے کے لیے تیار رہتے ہیں اور بہت کچھ دینا چاہتے ہیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا　　ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی عمریں پختہ ہوگئی تھیں زبانیں موٹی ہوگئیں تھیں، اس کے باوجود جب انھوں نے فکر کی، کوشش اور محنت کی اور اللہ پاک سے دعائیں مانگیں تو اللہ رب العزت نے ان کی کوششوں کو ضائع نہیں کیا۔ ہم نے دیکھا کہ ان کی محنتیں رنگ لائیں اور اللہ رب العزت نے ان کی دعاؤں کی برکت اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں انھیں بہت اچھا قرآن پڑھنے والا بنا دیا، اب وہ اتنا اچھا قرآن پڑھتے ہیں کہ لوگ ان کا قرآن سن کر انھیں حافظ سمجھتے ہیں۔

دوستو! کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے؟ کیا ہم ان کی طرح اچھا قرآن پڑھنے والے نہیں بن سکتے؟ نہیں نہیں، ہم بھی ایسا قرآن پڑھنے والے بن سکتے ہیں اور ہر کوئی ایسا پڑھنے والا بن سکتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اندر قرآن مجید کے سیکھنے کی سچی فکر پیدا کر لے اور قرآن مجید سیکھنے کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے اس ترتیب کے مطابق سیکھنا شروع کر دے، پھر دیکھے کہ اللہ رب العزت اس کی محنت کی کیسی قدر فرماتے ہیں۔

ایک عام کوتاہی

اس کے علاوہ جو احباب پابندی کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں ان میں بھی عام طور سے ایک کوتاہی پائی جاتی ہے جو بہت ہی نامناسب ہے۔ میں سب کو تو نہیں کہتا کہ بہت سے اللہ کے بندے آج بھی ایسے ہیں جو اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر اور ان کے عشق میں ڈوب

کر بہت ہی والہانہ انداز سے ان کے پاک کلام کی تلاوت کرتے ہیں؛ لیکن اکثروں کا حال ایسا ہی ہے جس میں میں خود بھی شامل ہوں، اللہ پاک مجھے بھی توبہ کی توفیق دیں۔ میں آپ حضرات کو نہیں کہہ رہا ہوں؛ بل کہ اپنا حال بیان کر رہا ہوں، اس لیے کہ میں اپنے حال سے واقف ہوں اور اپنی کوتاہیوں کو مدِنظر رکھ کر ہی بیان کرتا ہوں تاکہ سب سے پہلے مجھے عمل کی توفیق ہو۔

وہ کوتاہی یہ کہ آج کل موبائیل کا زمانہ ہے، ہر شخص کے پاس موبائیل موجود ہے۔ چوں کہ آدمی ہر وقت اسے اپنے ساتھ لیے رہتا ہے، اس لیے تلاوت کے وقت بھی یہ ساتھ ہی رہتا ہے۔ جب تلاوت کرنے بیٹھتے ہیں اور اس دوران کسی کا فون آتا ہے تو اس وقت ہم تلاوت کے دوران ہی فون ریسیو کرتے ہیں۔

بھئی! اگر ایسی کال ہو جس کا ریسیو کرنا ضروری ہو تب تو کوئی حرج کی بات نہیں، آپ ضرور وہ کال ریسیو کریں، کوئی منع نہیں کرتا؛ لیکن اگر وہ کال ایسی ہو جس کا ریسیو کرنا اسی وقت ضروری نہ ہو، بعد میں بھی بات کی جاسکتی ہو تو پھر کم از کم قرآن مجید کے ادب واحترام کے پیشِ نظر ہمیں اس وقت اس کال کو ریسیو نہ کرنا چاہیے۔ لیکن بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ تلاوت کے دوران آنے والی ہر کال کو خواہ وہ غیر ضروری ہی کیوں نہ ہو، ریسیو کرتے ہیں۔ قرآن مجید ہاتھ میں ہے، تلاوت ہو رہی ہے اور پورے اطمینان کے ساتھ لوگوں کے فون بھی اٹینڈ کیے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ساری دنیا کی منسٹری اور گورنری ہمارے ہاتھ میں ہے، سارے اہم فیصلے ہم ہی کو کرنے ہیں، ہمارے آرڈر کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہوگا۔

دوستو! قرآنِ مجید کی تلاوت کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ تلاوت کرنے والا جب تلاوت کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی جانب متوجہ ہوجاتے ہیں بلکہ اس شخص سے زیادہ متوجہ ہوکر سنتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا کان لگا کر سنا کرتا ہے۔ تلاوت کرنے والا اس تلاوت کے ذریعے اپنے رب کو ان کا کلام سنا رہا ہوتا ہے۔ ہم جس وقت قرآن مجید کی تلاوت کررہے ہوتے ہیں اس وقت ہم اپنے پیارے رب کو ان کا کلام سنا رہے ہوتے ہیں اور وہ پوری طرح ہماری جانب متوجہ رہتے ہیں۔ ہم خود سوچیں اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ جب ہم اپنے پیارے رب کو ان کا کلام سنا رہے ہیں اور وہ ہماری طرف متوجہ بھی ہیں تو کیا اس وقت یہ مناسب ہے کہ ہم انھیں چھوڑ کر کسی اور کی جانب متوجہ ہوں؟ ایسا کرنا تو انتہائی بے ادبی؛ بل کہ یوں کہیے کہ انتہائی بے غیرتی کی بات ہے کہ بندہ تلاوت کے ذریعے اپنے خالق سے ہم کلام ہو اور پھر مخلوق کے بلانے پر ان سے منھ پھیر لے اور مخلوق کی جانب متوجہ ہوجائے۔

بتاؤ دوستو! یہ ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا ہے؟ اور کیا ہم ایسا کررہے ہیں یا نہیں کررہے ہیں؟ یہ ہو رہا ہے اور ایسا کرنے والوں میں ہم بھی شامل ہیں۔ اگر ہم نے تلاوت کے دوران فون ریسیو کیا تو آپ مجھے بتائیں کہ ہم نے کسے ہولڈ کرایا؟ اللہ پاک کو ہولڈ کرایا یا نہیں کہ اللہ پاک! پلیز، آپ ہولڈ کریں میں ذرا فون پر بات کرلوں۔ آج کل یہ کوتاہی اس قدر عام ہوگئی ہے کہ امت کا ایک بہت بڑا طبقہ اور وہ بھی ہم جیسا دین دار سمجھا جانے والا طبقہ اس کوتاہی میں مبتلا ہے۔ کیا موبائیل پر بجنے والی گھنٹی وحی کی گھنٹی ہے جس کی آواز پر لبیک کہنا اور اس کال کا ریسیو کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک کو ہولڈ کرایا جائے؟

ایک عبرت کی بات

ایک عبرت کی بات سنیں اور ہوش کے ناخن لیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور کیا کررہے ہیں۔ ہمارے جاننے والے ایک صاحب نے ایک غیر مسلم شخص کو صبح کے وقت فون کیا، بہت دیر تک گھنٹی بجتی رہی؛ لیکن اس نے فون ریسیو نہیں کیا۔ انھوں نے سوچا کہ شاید فون وائبریٹ پر رکھا ہوگا یا کسی اور کمرے میں رکھا ہوگا جس کی بنا پر اسے آواز سنائی نہ دی ہو، اس لیے فون نہ اٹھایا ہو۔ دوپہر کے وقت انھوں نے پھر فون لگایا تو اس نے اس وقت فون ریسیو کیا۔ انھوں نے بتلایا کہ میں نے تمھیں صبح کے وقت بھی فون کیا تھا؛ لیکن تم نے فون اٹھایا نہیں۔ اس نے وقت معلوم کیا، انھوں نے بتایا فلاں وقت لگایا تھا ۔ کہنے لگا بھائی صاحب! معاف کرنا، آپ کو تکلیف ہوئی۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت آپ نے فون لگایا تھا میں اس وقت پوجا کررہا تھا اور میں روزانہ اس وقت پوجا کیا کرتا ہوں، میں نے وہ وقت اپنے بھگوان کو دے رکھا ہے۔ جب میں اپنے بھگوان کے نام کی مالا جپ رہا ہوں اور اسے یاد کررہا ہوں تو اس وقت انسان سے بات کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا، آخر یہ کتنی نامناسب بات ہے کہ بھگوان کو یاد کرتے ہوئے انسان سے بات کی جائے۔

سنا آپ نے! یہ اس شخص کا قول ہے جو مٹی سے بنی مورتی کے سامنے کھڑے ہوکر ایک معبودِ باطل کی عبادت کررہا ہے؛ لیکن اس یک سوئی اور انہماک کے ساتھ کررہا ہے کہ وہ اس درمیان کسی کی مداخلت کو اور اس کی طرف متوجہ ہونے کو برداشت نہیں کررہا ہے۔
اس شخص کا یہ قول اور یہ عمل ہم مسلمانوں کے منھ پر ایک زبردست طمانچہ ہے، وہ غیر

مسلم ہوتے ہوئے بھی اس بات کوسمجھ رہا ہے کہ بھگوان کو یاد کرتے ہوئے انسان کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے۔ جب کہ ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اللہ رب العزت جو کہ معبودِ برحق ہیں، احکم الحاکمین ہیں اور تنہا ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں، کا پاک کلام ہمارے سامنے کھلا ہوتا ہے اور فون پر باتیں ہوتی رہتی ہیں، ہائے ہیلو ہوتی رہتی ہے، دھندے کاروبار کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور دنیا جہاں کی خبروں پر تبصرہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اللہ رب العزت کے کلام کے مقابلے میں فون کا ریسیو کرنا اور مخلوق سے باتیں کرنا اتنا ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ ہم قرآنِ مجید کی تلاوت تو روک سکتے ہیں؛ لیکن فون بند نہیں کرسکتے، فون اٹینڈ کرکے اللہ پاک کو تو ہولڈ کرا سکتے ہیں؛ لیکن مخلوق کو ہولڈ نہیں کراسکتے۔ یہ ہم مسلمانوں کا حال ہے اور مسلمانوں میں بھی ان مسلمانوں کا حال ہے جو معاشرے میں دین دار سمجھے جاتے ہیں اور کسی درجے میں قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ بتاؤ ہمارا یہ عمل قرآنِ مجید کے ساتھ کھلواڑ ہے یا نہیں؟ اور کیا ہمارا یہ عمل ہمارے دلوں میں قرآنِ مجید کے ادب واحترام اور اس کی عظمت کے انتہا درجے کم ہونے پر دلالت نہیں کرتا؟۔

خدارا ہم اپنی روش بدلیں

دوستو! ہم یہ عمل چھوڑ دیں ورنہ ہماری دنیا اور آخرت سب اجڑ جائے گی، ہم اپنے اس طرزِ عمل سے گویا اللہ پاک کو یہ میسج دے رہے ہیں کہ اللہ پاک! اگرچہ آپ ہمارے اللہ ہیں، ہمارے خالق و مالک ہیں؛ لیکن ہمارے نزدیک آپ کے مقابلے میں مخلوق سے بات کرنے کی اہمیت زیادہ ہے۔ بتاؤ کیا یہ نہیں ہو رہا ہے؟ ہم ذرا غور تو کریں کہ ہم

کس حال میں جی رہے ہیں؟ کیا ہمیں مرنا نہیں ہے؟ کیا مرکر ہمیں اللہ پاک کو منھ نہیں دکھانا ہے؟ کیا انھیں حساب کتاب نہیں دینا ہے؟ قرآنِ مجید کی صورت میں اللہ رب العزت نے ہمیں اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے جس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔

ہم ذرا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کے حالات تو پڑھیں کہ ان کے دل میں قرآنِ مجید کی کتنی عظمت تھی اور وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت سیکھنے کی خاطر کیسی کیسی قربانی دیا کرتے تھے اور سیکھ جانے پر کیسی خوشی منایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ جب انھوں نے سورۂ بقرۃ یاد کرلی تو اس کی خوشی میں دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ صحابۂ کرامؓ کے یہاں یاد کرنے کا مفہوم ہماری طرح صرف الفاظ کارٹ لینا نہیں تھا؛ بل کہ ان کے یہاں یاد کرنے کا مفہوم یہ تھا کہ جس نے جو آیت یاد کرلی اسی وقت سے اس آیت کے مطابق عمل کرنا شروع کردیا اور اپنی پوری زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لیا۔

زندگی سنوار دینے والی ایک قیمتی نصیحت

چناں چہ کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص ایمان میں داخل ہوا، آپ نے اسے قرآن مجید کی دو آیتیں "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه‘ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه"" یاد کرائیں۔ انھوں نے سیکھا اور سیکھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ کئی دنوں تک نظر نہ آئے۔ جب کچھ دنوں کے بعد دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیوں بھائی! کہاں چلے گئے تھے، بہت دنوں سے قرآن سیکھنے کے لیے نہیں آئے؟

عرض کیا حضور! آپ نے جو دو آیتیں مجھے سکھائیں تھیں وہی میرے لیے کافی ہیں، جب میں نے یہ دو آیتیں سیکھ لیں تو اب کیا سیکھنا باقی رہا کہ جو کچھ تم بھلا یا برا عمل کرو گے خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر کیوں نہ ہو اسے قیامت کے دن اپنے سامنے پاؤ گے۔ حضرت! نصیحت کے لیے اور زندگی کے بنانے اور سنوارنے کے لیے تو بس یہی دو آیتیں کافی ہیں کہ بھلائی پر چلو اور برائی کو چھوڑ دو، وہ کام جو اللہ کو پسند ہے اسے کرو اور جو ناپسند ہے اسے چھوڑ دو۔ جس وقت میں نے آپ سے یہ دو آیتیں سیکھی تھیں اسی وقت میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب زندگی میں بھلائیاں کروں گا اور برائیاں چھوڑ دوں گا، میری زندگی کا رخ تو انھیں دو آیتوں سے بدل گیا اب میرے لیے کیا سیکھنا باقی رہا۔

دوستو! صحابۂ کرامؓ میں اور ہم میں یہی فرق ہے کہ وہ جو سنتے تھے اسے اپنی عملی زندگی میں داخل کرتے چلے جاتے تھے، وہ دین کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنا کرتے اور عمل کی نیت سے سیکھا کرتے تھے جب کہ ہم دین کی باتوں کو صرف برکت کے لیے پڑھتے اور سنتے ہیں، ان میں اور ہم میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اللہ پاک ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آج طے کر لیں

دوستو! قرآنِ مجید کے معاملے میں اب تک ہم سے جو غفلت اور کوتاہیاں ہوئیں سو ہوئیں، ہم ان پر سچے دل سے توبہ استغفار کریں اور آج یہ طے کر کے اٹھیں کہ ہم آئندہ ان غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے بلکہ روزانہ پابندی کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کیا کریں گے، تلاوت کا ایک وقت طے کریں گے، دورانِ تلاوت کسی سے کوئی بات

نہیں کریں گے، الا یہ کہ کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے کہ بات کیے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو اس وقت بات کر لیں گے کہ ایسے وقت شریعت نے تلاوت موقوف کر کے بات کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن یہ جو ہماری عادتِ بد ہے کہ قرآنِ مجید سامنے کھلا ہوا ہے، تلاوت ہو رہی ہے اور اس دوران آنے والے فون بھی اٹینڈ کیے جا رہے ہیں، باتیں بھی ہو رہی ہیں، اس عادت کو اب ترک کر دیں گے۔ اللہ پاک ہماری سابقہ کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور آئندہ ہمیں جس عظمت و محبت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا چاہیے، اس عظمت و محبت کے ساتھ تلاوت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

تلاوت کیسے کریں؟

گفتگو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کیسے کی جائے، اس تعلق سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ اہم ہدایت جو آپ نے اپنی مشہور کتاب ''بہشتی زیور'' میں تحریر فرمائی ہے، اسے یہاں نقل کر دوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہمیں قرآنِ مجید کی تلاوت کس طرح کرنا چاہیے اور تلاوت شروع کرنے سے قبل کیا سوچنا چاہیے۔

حضرتؒ کی ہدایت حضرتؒ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں کہ ''یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ ہم کو تھوڑا سا قرآن سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو؟ تو اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے خوب بنا کر، سنوار کر، سنبھال کر پڑھتے ہو۔ اب یوں کیا کرو کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے دل میں یہ سوچ لیا کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہم کو سناؤ کیسا پڑھتے ہو؟ اور یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ خوب سن

رہے ہیں اور یوں خیال کرو کہ جب آدمی کے کہنے سے بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جو پڑھتے ہیں اس کو تو خوب ہی سنبھال سنبھال کر پڑھنا چاہیے۔ یہ سب باتیں سوچ کر اب پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو یہی باتیں خیال میں رکھو۔ اور جب پڑھنے میں بگاڑ ہونے لگے یا دل ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لیے پڑھنا موقوف کر کے ان باتوں کے سوچنے کو پھر تازہ کر لو، ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر ایک مدت تک اسی طرح پڑھو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

ایک عارف کا معمول

حضرت کی ہدایت سننے کے بعد اب حضرت ہی کے ایک خلیفہ ''حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ'''' کا معمول بھی سنتے چلیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلے میں میرا ذاتی معمول یہ ہے کہ میں تلاوت شروع کرنے سے پہلے توبہ استغفار اور تجدید ایمان کرتا ہوں اور اس بات کا اقرار اور تصدیق کرتا ہوں کہ یا اللہ! یہ آپ کا کلام ہے اور برحق ہے، اس پر ہمارا ایمان ہے، آپ ہمیں اس کی معرفت بہ اخلاص عطا فرمائیے اور اس کے مطابق ہماری زندگی بنا دیجیے اور ہمیں اس کے جملہ اوامر پر عمل اور جملہ منا ہی سے اجتناب کی توفیق دیجیے اور اس کے برکات وثمرات سے نواز دیجیے۔ آپ اس کو ہمارے دل کی بہار بنا دیجیے، اسے ہمارا مونس اور غم گسار بنا دیجیے اور اس کا نور ہمارے سمع میں، بصر میں، بال میں، کھال میں، ہڈی میں، گودے میں اور دل ودماغ میں پیوست فرما دیجیے اور اس کے انوار سے

ہمیں سراپا نورانی بنا دیجیے۔ یا اللہ! آپ ہی کی رحمت کے سہارے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کے وسیلے سے یہ درخواست ہے، آپ اسے قبول فرمالیجیے اور اس میں اخلاص وترقی عطا فرمائیے''۔

یہ حضرت کا ذاتی معمول تھا جو میں نے آپ حضرات سامنے نقل کیا ہے۔ یہ نقل کرنا اسی لیے ہے کہ ہم بھی اسے اپنا معمول بنائیں کہ جب کبھی تلاوت کرنے بیٹھیں تو تلاوت شروع کرنے سے قبل یہ ساری نیتیں کر لیا کریں اور یہ سب دعائیں مانگ لیا کریں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

نیز اگر ہو سکے تو تلاوت شروع کرنے سے قبل یا پھر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد وہ دعا بھی مانگ لیا کریں جو قرآن مجید کے اخیر میں ''دعائے ختم قرآن'' کے نام سے لکھی ہوئی ہے۔ چوں کہ وہ دعا ''دعائے ختم قرآن'' کے نام سے لکھی ہوتی ہے، اس لیے لوگ عامۃً یہ سمجھتے ہیں کہ اس دعا کو قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد پڑھنا چاہیے، حال آں کہ ایسا نہیں ہے؛ بل کہ روزانہ تلاوت شروع کرنے سے قبل یا تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد جب چاہیں وہ دعا مانگ سکتے ہیں اور مانگنا بھی چاہیے۔ وہ پوری دعا ترجمے کے ساتھ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ۔ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَاماً وَّنُوْراً وَّھُدیً وَّرَحْمَةً۔ اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْهُ مَانَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَاجَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ۔ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میری قبر سے وحشت کو دور فرمائیے، اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل رحمت فرمائیے اور اسے میرے لیے رہنما اور نور اور سببِ ہدایت اور رحمت بنائیے۔ اے

اللہ!اس میں سے جو میں بھول گیا ہوں،آپ مجھے یاددلا دیجیے اوراس میں سے جو میں نہیں جانتا آپ مجھے وہ سکھادیجیے اور مجھے رات ودن اس کی تلاوت کی توفیق نصیب فرمائیے اورقیامت کے روز اسے میرے لیے دلیل بنائیے،اے سارے جہاں کے پرورش کرنے والے۔

خلاصۂ گفتگو

الغرض آج کی اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے ہمیں بہت ساری نعمتیں عطافرمائی ہیں، اسی طرح اللہ رب العزت نے ہمیں قرآن مجید کی صورت میں ایک بہت بڑی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ہر اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتوں کے مقابلے میں اعلیٰ اور فائق ہے۔اس نعمت کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے ہم اسی طرح اس کی تلاوت کیا کریں،تلاوت کرتے ہوئے عمل کی نیت کریں، اوراس کی جانچ پڑتال بھی کرتے رہیں کہ روزمرہ انجام دیے جانے والے اعمال میں کہیں قرآن مجید کے احکام تو نہیں ٹوٹ رہے ہیں؟ غرض یہ کہ اپنی پوری زندگی کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق ڈھالنے کی فکر کریں، یہ ہے اس نعمت کا اصل شکر۔

یادرکھیں!اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نعمت کی ناقدری اورناشکری کے نتیجے میں یہ نعمت ہم سے چھین لی جائے گی، پھر یہی ہوگا کہ قرآن مجید گھر کے اندر طاق میں رکھا ہوا ہوگا،مسجدوں میں رکھا ہوا ہوگا، ہماری نظر بھی اس پر پڑتی رہتی ہوگی اس کے باوجود ہم اس کی تلاوت کی توفیق سے محروم رہیں گے۔

سزا کی مختلف صورتیں

دیکھئے! بعض مسلمان ایسے ہیں جنھیں صرف عید کے دن مسجد آنے کی توفیق ہوتی ہے ،بقیہ سارے سال وہ اللہ کے گھر کی حاضری سے محروم رہتے ہیں۔اسی طرح بعض ایسے ہیں جنھیں صرف جمعہ کے دن مسجد آنے کی توفیق ہوتی ہے،بقیہ دنوں میں اللہ پاک انھیں اپنے گھر نہیں بلاتے اور وہ بھی اس طرح کہ انھیں اپنے گھر کے اندر نہیں بلاتے ،اپنے گھر کی حد سے باہر ہی رکھتے ہیں کہ خبردار!میرے گھر میں مت آنا،باہر ہی نماز پڑھو اور وہیں سے نکل جاؤ۔اور کتنوں سے تو اپنے گھر کی چٹائی بھی چھین لی ہے کہ باہر روڈ پر اخبار بچھا کر نماز پڑھ لو اور اخبار نہ ہو تو ایسے ہی زمین پر پڑھو اور چلے جاؤ،تمھیں میرے گھر کی چٹائی بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سب سزا کی مختلف صورتیں ہیں جو کسی نہ کسی نعمت کی ناقدری کی پاداش میں دی جارہی ہیں۔

لیکن دوستو! ہم انھیں نہ دیکھیں،ہم اپنے آپ کو دیکھیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کہاں کہاں اللہ رب العزت کی نعمتوں کا غلط استعمال کررہے ہیں،جب ہم غور کریں گے تو اللہ پاک ضرور ہماری رہبری فرمائیں گے اور ہمیں توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں گے۔

اختتامی کلمات

بس ان گذارشات پر میں اپنی گفتگو کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ یااللہ! آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے بلاکسی استحقاق کے ہمیں بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے،جن میں ایک بہت بڑی نعمت قرآن مجید ہے۔ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں جس طرح اس نعمت کی قدردانی اوراس کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا،ہم اس طرح

اس نعمت کی قدر دانی نہ کر سکے، اس کا شکر ادا نہ کر سکے جس پر ہم بہت نادم اور شرمندہ ہیں اور آپ کے حضور معافی کے طلب گار ہیں۔ یا اللہ! آپ ہمارے اس قصور اور کوتاہی کو معاف فرما دیجیے اور ہمیں اس نعمت کو نعمت سمجھنے کی، صحیح طریقے پر اس کا شکر ادا کرنے کی اور اس نعمت کے حق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیے اور اس کے نتیجے میں ہماری اس نعمت کے اندر مسلسل ترقی اور برکت عطا فرمائیے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔